اقصیٰ کے آنسو

فلسطین کا ایک عاشق

الاقصیٰ پبلشر

اقصیٰ کے آنسو

فلسطین کا ایک عاشق

الاقصیٰ پبلشر

نام کتاب ..... اقصیٰ کے آنسو
مصنف ..... فلسطین کا ایک عاشق
طبع اول ۱۴۲۷ھ 2006ء
طبع دوم ۱۴۲۸ھ 2007ء
طبع سوم ۱۴۲۹ھ 2008ء
ناشر ..... الاقصیٰ پبلشر
قیمت ..... [redacted] روپے

ملنے کے پتے

ملک بھر کے تمام بڑے کتب خانوں سے دستیاب ہے۔

الاقصیٰ پبلشر

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
01	فہرست	۳
02	لعل بزرگ کے نام	۶
03	مسجد اقصیٰ کے نام	۸
04	مقصم! تم کہاں ہو؟	۱۶
05	القدس تاریخ کے تناظر میں	۱۹
06	القدس کے نام (۱)	۲۱
07	القدس کے نام (۲)	۲۸
08	القدس کے نام (۳)	۳۵
09	یہ چٹان مقدس کیوں ہے؟	۴۳
10	تحفہ داؤدی کی واپسی	۵۲
11	دجلہ سے نیل تک	۵۸
12	خلیج سویز کے کنارے	۶۳
13	فلسطین کا قضیہ	۶۸
14	القدس سے بابل تک	۸۲
15	اسرائیل کا مطلب کیا؟	۸۵
16	بابل سے یروشلم تک	۹۳
17	دو ڈاکٹروں کی کہانی	۹۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18	اگلے سال پروشلم میں ...!	۱۰۶
19	روحانی مثالیں	۱۱۷
20	پُراسرار حروف کیا کہتے ہیں؟	۱۲۲
21	داستان ملت فروشوں کی	۱۲۸
22	داستان فلسطین فروشوں کی	۱۳۷
23	کہانی کی کہانی	۱۴۰
24	روم سے تل ابیب تک	۱۴۸
25	آہ! القدس	۱۵۳
26	اندھی کی ریوڑیاں	۱۵۶
27	دو عورتیں ایک کہانی	۱۶۲
28	فلسطینی مجاہد کے ساتھ ایک شام	۱۶۷
29	نجی نسل کا عرب شہری	۱۶۸
30	اے میری قوم کے لوگو!	۱۷۷
31	روانو کی مثالیں	۱۸۲
32	عیاش کا سفر	۱۹۰
33	بچھوؤں کا ناچ	۱۹۶
34	ہزار چہروں والا آدمی	۲۰۱
35	فلیش پوائنٹ	۲۰۷
36	راولپنڈی پھر کی مار	۲۱۳
37	ہیکل سلیمانی: افسانہ یا حقیقت	۲۱۸
38	سامری کا بچھڑا	۲۲۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
39	عظیم تر اسرائیل کیا ہے؟	۲۲۶
40	القدس کے غداریوں کے نام	۲۳۰
41	اے بنی اسرائیل ...!	۲۳۶
42	دو قبریں ایک بستی	۲۴۰
43	طوری ۔ ما کا راز	۲۴۸
44	نئے کے دہانے پر	۲۵۳
45	کاسابلانکا سے اسرائیلی پارلیمنٹ تک	۲۶۰
46	گش ایمونیم	۲۶۹
47	زرد گنبد کی شبیہ	۲۷۶
48	تورات کیا کہتی ہے؟	۲۸۲
49	بہترین دوست بدترین دشمن	۲۸۸
50	قیامت کے سائے	۲۹۴
51	ستم گروں کو کون سمجھائے؟	۳۰۰
52	آخری واپسی	۳۰۵
53	مغربی ممالک پورے فلسطین پر اسرائیل کا قبضہ چاہتے ہیں (انٹرویو)	۳۱۴
54	نئی صدی میں عالم اسلام کو درپیش چیلنج	۳۲۴
55	صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟ (نظم)	۳۳۰
56	اے ارض فلسطین (نظم)	۳۳۵

لعلِ زرّیں کے نام

کتابیں عام طور پر سیاہی سے لکھی جاتی ہیں..... لیکن آپ یقین کریں کہ کاغذات کا جو پلندہ آپ کے ہاتھ میں ہے یہ کتاب تو ضرور ہے..... لیکن اس میں جو کچھ ہے وہ قلم کو سیاہی سے تر کر کے نہیں، خونِ جگر میں اُنگلیاں ڈبو کر لکھا گیا ہے۔

القدس ہمارا وہ عظیم ورثہ ہے جس کے محافظ و خادم کا منصب خالقِ کائنات نے ہمیں بخشا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے جب اس مقدس عبادت گاہ کی حرمت کا تحفظ نہ کیا، اس کی پاکیزہ فضاؤں کو اپنے زہریلے گناہوں سے آلودہ کیا اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے تو اللہ رب العزت نے انہیں مقامِ "اجتبائیت" سے معزول کر کے امت محمدیہ کو یہ عظیم منصب سونپ دیا۔

اس دن سے..... جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نصرتِ خداوندی سے القدس فتح کیا..... یہ بار امانت ہماری غیرت کا امتحان ہے۔ ہمارے ایمان کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ اس کے تحفظ میں ہماری ترقی و بقا کا راز مضمر ہے اور اس کے تقدس پر حرف آیا تو ہم سے "اجتبائیت" کا منصب چھن جانے کا خطرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان! ہم ایسے دور میں جی رہے ہیں جب یہود بے بہبود کے قدم اس کی دہلیز تک آ پہنچے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب حق و باطل کا جو عظیم ترین معرکہ برپا ہوگا، ہم اس میں اہلِ حق کے دست و بازو بن کر اس اجرِ عظیم کو حاصل کر سکتے ہیں جو نیک بختی اور خوش قسمتی کی بہت بڑی علامت ہے اور جو ہماری نجات کا ضامن اور مغفرت کی ضمانت بن سکتا ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہم میں کوئی ایوبی نہیں جس کی قیادت میں معرکہ لڑا جائے جبکہ

مسئلہ یہ ہے کہ ہم میں ایوبی بہت ہیں لیکن کوئی ذنگی نہیں[13] جو صلاح الدین کو سلطان صلاح الدین ایوبی بنائے۔ ہم میں قدیر خان بہت ہیں لیکن انہیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان بنانے والے نہیں البتہ گودڑی کا کوئی لعل اپنی ذاتی کوششوں سے چمکتا ستارہ بن جائے تو اس کی حوصلہ شکنی اور ناقدری کا رواج عام ہے۔ یہ برباد کن روش ترک کر کے ہمیں جوہر قابل کی حوصلہ افزائی اور مردم سازی کی روایت آگے بڑھانی چاہیے کہ زرائر ہو تو بڑی زرخیز ہے یہ مٹی سائی۔

دجال اکبر اس کائنات کا عظیم ترین فتنہ ہے۔ اس فتنے کا مرکز و محور بھی القدس کی سرزمین ہوگی۔ دراس کا خاتمہ و بربادی بھی یہیں ہوگی۔ اس فتنے کا آغاز تو کھلی آنکھوں نظر آ رہا ہے اور جو اس فتنہ کبریٰ کے خلاف برسر پیکار عظیم انسانوں کے ہمسفر و ہمدم ہوں گے۔ یہ چند آنسو انہی عظیم ہستیوں کے نام ہیں۔

کوشش کی گئی ہے کہ یہ عاجزی و بے بسی کے آنسو نہ ہوں، یہ قہر مان اور قہر خیز بارود کی فصیحے ہوں۔ ان میں موت کی ٹھنڈک نہ ہو، آتش فشاں کی حرارت ہو۔

آنسوؤں کے ان دو قطروں میں سے ایک مسجد اقصیٰ کے ہال کے نام ہے جو قدس کی صفت ہستیوں کی سجدہ گاہ ہے اور دوسرا گنبد صخرہ والی اس لعل و زریں کے نام جس کے گرد مقدس رشتوں حصار باندھ کر وجالی نوجوں کی یلغار کے مقابلے میں قربانی کی لازوال داستانیں رقم کریں گی۔ فافہم ان کنت منہم!

شاہ منصور

۱۴۲۸ھ کا پہلا دن

۱۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے سوانح و کارنامے سلطان نورالدین زنگی سرانجام دیئے جنہوں نے ایوبی میں پوشیدہ وہ جوہر قابل دیکھ لیا تھا جسے اپنا جانشین بنایا تھا اور بے شمار خوبصورتی کا حامل ایک ہیرا بنا کر خواہش ظاہر کی تھی کہ اسے میرے جانشین کے طور پر اس میں نصب کیا جائے۔

مسجد اقصیٰ کے نام

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کی عزت کی علامت اور فتح و سرفرازی کا نشان ہے۔ یہودیوں کے حالیہ سفاکانہ حملے میں یہودی فوجیوں نے نہتے فلسطینیوں کے خلاف ٹینک اور گن شپ ہیلی کاپٹر استعمال کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ میں مسلمانوں کی خون کی ندیاں بہادیں جس سے سارا عالم اسلام خون کے آنسو رونے پر مجبور ہو گیا ہے۔ ضرب مومن اس نازک تاریخی موڑ پر اپنا فرض ادا کرنے کے لیے ایک انقلاب آفریں تاریخی، مطولاتی اور تحقیقی سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ جس میں ارض مقدس فلسطین کی فضیلت اور اہمیت سے لے کر حرم قدسی کے مکمل تعارف اور تاریخ تک اور فلسطین میں یہودی ریاست کی داغ بیل ڈالنے کے ناپاک منصوبے کے آغاز سے لے کر مسجد اقصیٰ کو نعوذ باللہ شہید کرنے کی سازش تک ہر چیز کو انوکھے انداز میں بے نقاب کیا جائے گا۔ اس میں قارئین پہلی مرتبہ مستند علمی تحقیقات، سنسنی خیز انکشافات اور کچھ منتخب نادر و نایاب تصویریں اور نقشے ملاحظہ فرمائیں گے جو اس سے پہلے کسی جریدے میں شائع نہیں ہوئیں۔ یہ سلسلہ ایک مستند دستاویز کے طور پر ہی نہیں بلکہ جذبۂ جہاد کی روح پھونکنے اور بیداری کی لہر دوڑا دینے کے حوالے سے بھی ان شاء اللہ عرصے تک یاد رکھا جائے گا۔

بے وفائی:

اس میں شک نہیں کہ بے وفائی بہت بری خصلت ہے اور اہل ظرف و جوانمرد لوگوں کی نظر میں نہایت افسوسناک چیز ہے، لیکن جس طرح کی بے وفائی اور بے مروتی عصر حاضر کے مسلمانوں نے مسجد اقصیٰ سے برتی ہے، وہ ایسی دردناک اور الم انگیز ہے کہ تاریخ عہد وفا اور روداری جور و جفا میں اس کی نظیر نہیں لائے گی۔ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کے نزدیک تیسرا مقدس ترین

مقام ہے۔ اس کی حفاظت وخدمت اور ناپاک صلیبیوں اور غلیظ صہیونیوں سے اس کا تحفظ ان کا اوّلین فرض ہے لیکن ان کا تعلق اب اس سے اتنا رہ گیا ہے کہ سال میں ایک دفعہ واقعہ معراج کے حوالے سے وہ اس تاریخی مقام کا تذکرہ کرلیں یا اسرائیل کی طرف سے اس کی بے حرمتی کی خبر نشر ہونے پر اونگھتے ہوئے شخص کی طرح آدھے سوتے اور آدھے جاگتے سن لیں، بس اتنا کافی ہے۔۔۔ اس سے آگے کا نہ کبھی ان کے ذہن میں کوئی خیال آتا ہے اور نہ کبھی اس سانحے کا احساس ہوتا ہے جو ان کے جیتے جی رونما ہو چکا ہے۔ دنیا کی مردود وسبغوض ترین قوم یہود نہ صرف ارضِ فلسطین پر تسلط جما چکی ہے اور باہر کے مسلمانوں کا یہاں داخلہ ممنوع قرار دیا جا چکا ہے بلکہ مسجد اقصیٰ کے گردان کی کئی قسم کی سرگرمیاں اور مذہبی رسومات جاری ہو چکی ہیں۔ وہ تو شکر ہے کہ آج فلسطینی مسلمان کم از کم وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن جس منصوبہ بندی سے یہودیوں کی پیش قدمی اور حالات پر گرفت مضبوط کرنے کا عمل جاری ہے اور جس کمال بے نیازی اور بے حسی کا مسلمان حکمران مظاہرہ کر رہے ہیں اس کو دیکھ کر لگتا ہے کہ خاکم بدہن کہیں وہ وقت نہ آجائے جب صہیونی ریاست کو پایہ تکمیل پہنچانے کے لیے سرگرم عمل یہودی اس اسلامی ورثے میں مسلمانوں کا داخلہ بند کر کے اسے مکمل طور پر یہودی عبادت گاہ قرار دے دیں۔

صورتحال کی سنگینی:

آج ہم واقعہ معراج کی یاد بہت گرمجوشی اور شان وشوکت سے مناتے ہیں لیکن افسوس کہ اسراء ومعراج کے عظیم "مسجد اقصیٰ" کے یہودیوں کے پاس چلے جانے کا غم اس دن کوئی نہیں مناتا۔ اس روز ہماری مساجد جگمگا رہی ہوتی ہیں لیکن یہی اس وقت مسجد اقصیٰ پر اندھیروں اور صہیونی تسلط کا راج ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں عظیم الشان محفلیں منعقد ہو رہی ہوتی ہیں لیکن مسجد اقصیٰ کی سوگوار فضا میں ویرانی ڈیرہ ڈالے ہوتی ہے۔ شب معراج کو ہمارے مذہبی معاشرے میں مرکزی حیثیت دی جاتی ہے لیکن مقام معراج کے تحفظ اور اس کی خاطر جہاد کرنے والوں کو ضمنی درجہ بھی نہیں دیا جاتا۔ ہمارے خطباء واقعہ معراج کی تفاصیل اور اس رات کی فضیلت سناتے سناتے صبح کر دیتے ہیں لیکن بیت المقدس پر جو شب غم چھائی ہے۔ اس کی صبح کب اور

کیسے ہوگی؟ اس کا نہ کوئی ذکر کرتا ہے نہ اس کے اندھیرے کو ختم کرنے اور صحیح سمت کی کرنوں کو راستہ بنانے کی فکر ہوتی ہے۔ یہودیوں کا اصرار ہے کہ مسجد اقصیٰ سے دستبردار ہو کر یروشلم سے باہر اور ویسٹ بنک کی گاؤں کو مقدس مان لیں، اس کے لیے وہ فلسطینی مسلمانوں پر ہر طرح کا دباؤ ڈال رہے ہیں، ظلم و جبر کر رہے ہیں لیکن ہمارے دانشوروں اور رہنماؤں کو اس کا علم ہے نہ اس کے توڑ کے لیے کچھ کرنے کا شعور۔ یہودیوں نے فلسطین کی حدود کو مسجد اقصیٰ کے گرد عملی طور سے تبدیل کر دیا ہے، باہر کا کوئی کلمہ گو وہاں داخل نہیں ہو سکتا، اندر کے نہتے مسلمان اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، مسجد اقصیٰ کی ایک دیوار کو انہوں نے اپنی عبادت کے لیے مخصوص کر لیا ہے جو قدس کے مقام پر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے لیے ان کی منصوبہ بندی روز بروز آگے بڑھ رہی ہے لیکن ہمارے یہاں صورتحال کی سنگینی کا کسی کو ادراک ہے نہ گولیوں کا مقابلہ پتھروں اور غلیلوں کا مقابلہ غلیلوں سے کرنے والے فلسطینی مسلمانوں کی تنہائی اور بے بسی کا احساس۔ اس عالم میں مسجد اقصیٰ پکارتی ہے: اے اہل اسلام! تمہاری غیرت کو کیا ہوا؟ کیا تم صرف جمعوں پر بخش دیے جاؤ گے؟ کیا شعائر اسلام کے تحفظ کے بغیر تمہاری عزت باقی رہ سکتی ہے؟ کیا مسجد اقصیٰ کے بعد دوسری مساجد محفوظ رہ سکتی ہیں؟ لیکن مسلمان اپنے حال میں مست ہیں۔ ان کے خیال میں جمعہ و عیدین میں شرکت اور شب معراج منا لینا اسلام سے مضبوط تعلق کی نشانی ہے۔ جس جس نے یہ سب کچھ کر لیا اس سے روز قیامت مسجد اقصیٰ کے تحفظ کے لیے کوئی سوال ہوگا نہ بے دردی سے مارے جانے والے مظلوم فلسطینیوں کے انتقام کے لیے کچھ نہ کرنے پر اس سے پوچھ ہوگی۔ نہ یہودیوں کے ظلم کے خاتمے کے لیے کچھ سوچنا ان کے فرائض میں شامل ہے اور نہ روتی چلاتی ماؤں، بہنوں اور سسکتے کراہتے نوجوان زخمیوں کے لیے کچھ کرنا ان کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔

سکون میں چھپا طوفان:

جس طرح طوفان کی آمد سے قبل سمندر کی سطح پر سکون ہوتی ہے اسی طرح کچھ عرصے سے فلسطین پر تو بظاہر یہودیوں کی طرف سے کوئی بڑی کارروائی نہ ہو، اس جارحانہ ہونے کا خدشہ

غیر معمولی جذبہ سے پیوستہ جمعہ کو مسجد اقصیٰ میں پیش آیا۔ اس واقعے نے کاروبارِ زندگی میں مگن اہل اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور اصل مسئلہ کو بے نقاب کر دیا ہے کہ مظلوم فلسطینی مسلمانوں کی داد رسی اور مسجد اقصیٰ کی بازیابی زبانی جمع خرچ، مذاکرات یا کلامی سیاحت سے نہیں، جہاد کے ذریعے شہادت کے راستے سے ہوگی۔ اس کے لیے نہ امریکا کی طرف دیکھنے سے کوئی فائدہ ہوگا نہ بیان بازی یا سفارتیات سے کچھ حاصل ہو سکتا ہے بلکہ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنے اور اپنے کاز کو خواب پھر سے زندہ کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہودیوں کے لیے کیسے ممکن ہوا کہ وہ ۲۲۵ ملین ڈالر کے مسلح فوجوں کے مجمع میں گھس جائیں اور ان کے سروں پر گولیاں برسا کر انہیں مسجد خالی کرنے پر مجبور کریں؟ کیا صرف اس لیے نہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو نہتے ہونے پر مجبور کر رکھا ہے اور خود ان کی فوج ہر طرح کے اسلحے سے لیس اور ان کا ہر شہری تربیت یافتہ ہے۔ فلسطینی مسلمانوں میں شوقِ شہادت کی کمی نہیں، لیکن ان کی جو قیادت عالمی برادری کے سامنے سینہ سپر ہے، وہ انتہائی نااہل، جذبۂ جہاد سے محروم اور غیر مخلص ہے، اس نے یہودیوں کے تباہ کار راز جاننے اور اس کے توڑ کے حقیقی اسباب کو اپنانے اور اس کے لیے فلسطینی مسلمانوں کو تیار کرنے کی بجائے نام نہاد اتحاد فی قائم کر کے مذاکرات اور بات چیت کی جو پوزیشن اختیار کی ہے، اس نے مسلمانوں کو بھی دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور کافروں کو بھی اپنے تئیں مضبوط کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ فلسطینی عوام اور ان کی وہ تنظیم جو علماء، وقت اور جذبہ جہاد رکھنے والے راہنماؤں کی سرپرستی میں کام کر رہی ہے، اسباب و وسائل نہیں رکھتی، عالم اسلام کے مناسب دل لوگوں سے اس کے رابطے نہیں، اور یوں فلسطینی مسلمان بے بس و لاچار اور بے یار و مددگار یہودیوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور خدا کی بیخوش و ملعون اور انبیائے کرام کی کشتنی یہودی تو ہر روز بڑھ بڑھ کر اپنے مکروہ منصوبوں کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے۔

مگر اس قدر بے توجہی کیوں؟

اس مرتبہ یہودیوں نے جو جرأتمندانہ رویہ اختیار کیا ہے، وہ ان کے عزائم اور مستقبل کے منصوبوں کا صاف پتہ دے رہا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ مسجد اقصیٰ کے اندر بے تحاشا اور

اور حادثہ کی کہانیاں چلائیں بلکہ بعد میں بھی رات گئے تک اپنی کاپیوں میں بیٹھ کر مسلمانوں کے گھروں پر راکٹ فائر کیے اور لیکنوں کو سڑکوں پر لا کر بھی شہری آبادی پر براہ راست گولہ باری کے ذریعے ان کے احتجاج کو دبانے کی کوشش کی۔ ان کے رویے میں یہ شدت کسی بڑے حادثے کا پیش خیمہ معلوم ہوتی ہے۔ یہودیوں نے خاموشی کے اس عرصے میں زمین تیاری کی اور عمل کی شدت کا اندازہ لگایا۔ عالم اسلام کی ارض مقدس فلسطین سے بے رخی اور فلسطینیوں کی حالت زار سے بے توجہی کا مشاہدہ کیا اور پھر اچانک تشدد کی یہ سفاکانہ لہر برپا کر دی۔ اس کی جو تفصیلات اب تک سامنے آئی ہیں اور جس طرح نوجوانوں کو قریب سے فائرنگ کر کے بے دردی سے شہید کیا گیا ہے، خواتین کی جو آہ و فریاد اور فلسطینیوں کی اجاڑی کے جو مناظر دیکھنے کو ملے ہیں، ان سے سینہ شق ہو جاتا ہے، جگر لہولہو ہو جاتا ہے، دل انتقام کی آگ سے آتش فشاں کی طرح بھڑک اٹھتا ہے۔ اے مسلمانو! خدا کے واسطے ذرا سوچو اب پانی کہاں گیا ہے؟ بابری مسجد کا زخم مندمل نہ ہوا تھا کہ مسجد اقصیٰ پر وار ہونے لگا ہے۔ اب تو جہاد پر آمادہ، جہاد کی تربیت حاصل کرو، اس کے لیے اپنی جیبوں کے منہ کھول دو، اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کو پہنچو، ان بے بسوں کی فریاد رسی کرو۔ خدا نے جس کو جو دے رکھا ہے آج وقت ہے کہ وہ اس کو ان بے سہارا مظلوموں کی مدد کے لیے استعمال کر کے اپنی نجات کا سامان کرے۔ دنیا بھر کے یہودی اسرائیل کو اپنا مقصود و مطلوب قرار دے کر اس کے لیے وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کوئی انسان اپنے مقصد کی خاطر کر سکتا ہے، کیا ان کی کوششوں پر ذلت و رسوائی کی مہر لگی ہوئی ہے، تو مسلمان خدا کی رحمت کے حصول سے اتنے مایوس اور اپنے انجام سے اتنے بیزار کیوں ہو گئے کہ وہ فلسطین اور اس کے بے سہارا باسیوں کو بکسر فراموش کر بیٹھے ہیں؟؟

حکمرانوں کی عدم دلچسپی

اس حوالے سے سب سے زیادہ ذمہ داری مسلمان حکمرانوں کی بنتی ہے۔ عوام تو مظاہرہ اور احتجاج کے سوا کیا کر سکتے ہیں؟ اگر کسی کی بات میں وزن ہے یا کوئی فلسطینی مسلمانوں کے لیے مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے تو وہ حکمران ہیں لیکن وائے افسوس! وہ صاف دیکھ رہے ہیں کہ

اسرائیل جبر و ستم کی حدوں سے گزر گیا ہے اور اب حکمرانوں کی طرف سے مؤثر آواز اٹھائے بغیر اس کو لگام دینی مشکل ہے لیکن اس کے باوجود وہ امریکا کے خوف سے اس بارے میں کچھ نہیں کہتے کہ کہیں دنیا کی واحد سپر پاور اپنے پالے ہوئے جنگلی سور کے خلاف ہونے پر ناراض ہو کر ان کے اقتدار کے خلاف سازشیں نہ شروع کر دے۔ لیکن قسم خدائے بزرگ و برتر کی! اس سنگین ظلم پر خاموشی اتنا سخت گناہ اور خدا تعالیٰ کی ایسی شدید ناراضگی کا سبب ہے کہ امریکا آپ کے اقتدار کا حامی ہو یا مخالف، اس بے حسی کے جرم پر قدرت کی گرفت اس دنیا میں ہی ہو کر رہے گی اور امریکا کی مخالفت سے خدا کی پناہ پکڑی جا سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ بھی نہیں ملے گی۔

انجام گلستاں:

اس وقت مسلم امہ ایسے انتشار کا شکار ہے اور مسلمان عوام ایسے بے بس ہو چکے ہیں کہ اتنے بڑے واقعے پر چند ایک بیانات اور مظاہرات کے علاوہ کوئی قابل ذکر ردعمل سامنے نہیں آیا۔ دوسری طرف تمام بڑی بڑی غیر مسلم طاقتیں اسرائیل کے ساتھ ہیں اور اس کو اتنا مضبوط کر چکی ہیں کہ اب فلسطینی مسلمان تو کجا، کوئی عرب یا غیر عرب ملک اس کے خلاف کوئی مضبوط قدم نہیں اٹھا سکتا، سب مذاکرات پر زور دیتے ہیں اور ان کی کامیابی کی تمنا کرتے ہیں لیکن آج تک اس سے قبل دنیا میں کسی حقدار کو اس کا حق بات چیت سے نہیں ملا، یہود جیسی مکار قوم مسلمانوں کو اگر ان کا حق زبانی کلامی کوشش سے دے دے تو اسرائیل کے قیام کی ضرورت ہی کیا تھی؟ فلسطینی مسلمانوں نے تو مزاحمت نہیں ہاری۔ وہ جدید ترین اسلحے کا مقابلہ غلیل سے کر رہے ہیں اور ایک جانثار ان کے پاس ایسا ہے جو اس وقت کام آتا ہے جب سارے ہتھیار ناکام ہو جائیں یعنی فدائی حملہ۔ سو اس وقت فدائی حملے ان کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں، مسجد اقصیٰ اگر وہ واپس نہیں لے سکتے تو اس کے لیے جان تو دے سکتے ہیں، سو وہ دے رہے ہیں..... لیکن فلسطین سے باہر دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ صورتحال یہی رہی تو انجام گلستاں کیا ہوگا؟ فلسطینی مسلمانوں کو اس مشکل وقت میں تنہا چھوڑ دیا گیا تو دنیا

بحرین جہاں بھی مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان کے خلاف دشمنانِ اسلام متحد، کفر کے لیے پرتولے بیٹھے ہیں، ان کے تحفظ کی کیا ضمانت دی جائے گی؟

اے ایوبی کے فرزندو!

کاش! آج کوئی سلطان صلاح الدین ایوبی نہیں جو تاریخ کا رخ موڑ سکے لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ مسلم اُمہ بانجھ ہو چکی ہے۔ آج بھی سلطان صلاح الدین کے جانشین پیدا ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلم نوجوانوں میں لہو و لعب کو رواج دینے کی بجائے مقصدِ عالیہ کے حصول کی فکر پیدا کی جائے، انہیں فسق و فجور کے رجحانات سے بچا کر جہاد کے ذوق اور شہادت کے شوق سے آشنا کیا جائے، ان میں فحاشی و بے راہ روی کے جراثیم کے پھیلاؤ کی روک تھام کر کے بے پناہ قوتوں کا ذخیرہ پیدا کیا جائے۔ بھلا! آج ایوبی کے کتنے فرزند ہیں جو اس کے جانشین بن سکتے ہیں لیکن انہیں مغرب اور دنیا کا طالب اور عیش پرستی کا دلدادہ بنا دیا گیا ہے۔ کتنے ہی مسلم نوجوان ایسے ہیں جو اپنے وقت اور صلاحیتوں کو صحیح مصرف میں استعمال کریں تو مسجدِ اقصیٰ کی جنت گم گشتہ مسلمانوں کو واپس دلا سکتے ہیں لیکن انہیں عزت و شہادت کے راستے سے ہٹا کر بے مقصد کھیل، تفریح اور فضول مشغولیات میں لگا دیا گیا ہے۔

اے ایوبی کے فرزندو! اپنے مقام اور فرض کو پہچانو! مسجدِ اقصیٰ کی سوگوار فضا سے آنے والی صدائیں کو سنو اور بدبخت یہودیوں کو ان کے آخری انجام تک پہنچانے کے لیے کمربستہ ہو جاؤ، ورنہ جیسے سیدنا ایوب علیہ السلام پر تنگ کر دی گئی ہے، کل قبر بھی اتنی تنگ نہ ہو جائے کہ زمین ہماری لاشوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔

اے مسجدِ اقصیٰ! تجھے عزت بخشنے والے کی قسم! تیرے بیٹے تجھے واگزار کرانے کے لیے جان کی بازی لگا کر رہیں گے۔ اگر تجھ تک نہ پہنچ سکے تو تیرے گرد اپنے خون اور جسموں سے ایسی باڑ ضرور تعمیر کر دیں گے جو تیرے دشمنوں کو تجھ تک نہ پہنچنے دے گی۔

"قولِ فیصل"

روئے زمین پر آج سب سے بڑا ظلم فلسطین میں ہو رہا ہے۔ فلسطین میں صدیوں سے آباد، عرب باشندوں کو بے وطن کر دیا گیا ہے۔ ایک سازش کے تحت دنیا بھر سے یہودیوں کو لا کر وہاں بسایا گیا اور اسرائیل کی ناجائز مملکت قائم کر کے عربوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیے گئے ہیں۔ فلسطین پر عربوں کا حق ثابت کرنے کے لیے درج ذیل نکات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ نکات اس تقریر سے اخذ کیے گئے ہیں جو عالم اسلام کے نامور سپوت، سعودی عرب کے فرمانروا، شاہ فیصل مرحوم نے ایک بین الاقوامی سیمینار میں کی تھی:

☆..... یہودی فلسطین کے اصل باشندے نہیں ہیں۔

☆..... یہودی دراصل بیرونی حملہ آور تھے جو فلسطین پر طاقت سے مسلط ہونے کے بعد کچھ عرصہ فلسطین میں رہے اور اس کے بعد نکال دیے گئے۔

☆..... فلسطین میں ان کی موجودگی کا عرصہ نہایت مختصر تھا۔

☆ فلسطین میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک کبھی خالص یہودی حکومت قائم نہیں ہوئی۔

☆ فلسطین میں یہودیوں کی کبھی اکثریت نہیں رہی۔

☆..... جب فلسطین سے یہودیوں کو نکالا گیا تو اس میں صرف اس کے اصل باشندے ہی رہ گئے جو شروع سے لے کر آج تک وہیں رہ رہے ہیں۔

☆..... سوا سو سال کی طویل مدت کے دوران فلسطین میں کبھی کوئی یہودی آباد نہیں رہا۔

☆ عربوں کی حکومت تقریباً ساتویں صدی سے فلسطین میں رہی۔

☆..... آج وہاں سیکڑوں تاریخی عمارات موجود ہیں جو عرب طرزِ تعمیر کا نمونہ ہیں۔

معتصم! تم کہاں ہو؟

غیرت مند نسلیں:

بے بس اور مظلوم عورت کی چیخیں جتنی تیز ہوتیں، منتقم دل رومی (آج کا یورپ اس زمانے میں روم کہلاتا تھا) کے قہقہے اتنے ہی بلند ہوتے جاتے تھے۔ اس نے ایک زور کا قہقہہ بھی عورت کے منہ پر جڑ دیا۔ عزت دار خاتون سے یہ ذلت برداشت نہ ہوئی تو وہ بے اختیار پکار اٹھی: "اے معتصم! تم کہاں ہو؟ اے ہمارے عمران! ہماری مدد کون کرے گا؟" مرد اس کی یہ بات سن کر اور بھی کھلکھلا کر ہنسا۔ بے وقوف عورت کو دیکھو بھلا اس کی حاضر غیبۃ وقت مدد کو آئے گا؟ مگر یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں میں ایک جسم ہونے کا احساس باقی تھا۔ یہ محض نہ تھا کہ کسی ایک کو مشکل، آفت یا دشمن نے گھیر رکھا ہو اور وہ سرا اپنی روز مرہ کی معمول کی زندگی میں بدستور مصروف رہے۔ اسے اپنے بھائی کی مشکل دور ہونے تک چین نہ آتا تھا۔ بغداد کی مسند خلافت پر معتصم باللہ موجود تھا اور یہ مظلوم عورت اس سے سینکڑوں میل دور رومیوں کے علاقے میں واقع "عموریہ" نامی قلعے میں قید تھی۔ معتصم باللہ اپنے آباء و اجداد جیسا کوئی بہت ہی صاحب جاہ و اقتدار بادشاہ نہ تھا مگر اس کی رگوں میں غیرت مند خون دوڑ رہا تھا اور اس زمانے کے عام حکمران بھی غیرت و حمیت میں اپنی مثال آپ ہوا کرتے تھے۔ اسے کسی طرح خبر ہو گئی کہ اس مظلوم عورت نے اس کی غیرت کو جھنجھوڑنے والی صدا لگائی ہے۔ اس پر دن کا سکون و رات کا آرام حرام ہو گیا۔ اس نے خبر لانے والے سے یہ نہ پوچھا کہ اس قلعہ میں کتنی فوج ہے؟ اس کا سوال یہ تھا کہ مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ یہ قلعہ ہے کہاں؟ اس کے بعد اس نے صبح شام جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور آندھی طوفان کی طرح پہنچ کر اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کی فوج کا غیظ و غضب اتنا شدید اور ان کے حملے اتنے زوردار تھے کہ قلعے کی

زیادہ دیر نہیں

شاید شاید

امت کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے کہ شاید ان معصوم بچیوں کی قربانی دیکھ کر کوئی مسلم نوجوان دنیا کے جھمیلوں سے پیچھا چھڑا کر خود کو مظلوم مسلمانوں کے لیے وقف کر دے۔ شاید کسی کے دل میں غیرت کی کوئی چنگاری شعلہ پکڑ لے۔ شاید... شاید...

بغیر چپیڑے کے لوٹے:

غضب ہے کہ اسرائیل کے زندہ صفت اقدامات کے باعث جاپان میں مظاہرے اور فرانس میں یہودی املاک پر حملے شروع ہو گئے ہیں لیکن مسلمان ممالک فلسطینیوں کی یہ چاہ مظلومیت کے باوجود ان کی مدد سے گریزاں ہیں۔ بزدلی اور منافقت کی انتہا دیکھیے کہ لبنان میں عرب ممالک اور کوالالمپور میں تمام مسلم ممالک جمع ہوئے لیکن خود کچھ کرنے کی بجائے اقوام متحدہ سے مطالبہ کرتے رہے کہ اس نے جس بھیڑیے کو کھلا چھوڑ رکھا ہے اسے لگام دے تاکہ زخمی فلسطینیوں کی چیخ و پکار سے ان عزت مآب حکمرانوں کے آرام و سکون میں خلل نہ پڑے۔ عالم اسلام کے نمایندہ ان بہادر اور ذی وقار حکمرانوں سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ یہودیوں کا مقاطعہ یا بائیکاٹ کریں یا کم از کم اپنا چہیتا ان کے بینکوں سے نکال لیں، نہ وہ اتنی جرأت کرتے ہیں کہ اپنے دشمنوں کو تیل کی فراہمی بند کر دیں یا ان کے سرپرستوں کی عاجزانہ حضوری کی ذلت کو خیرباد کہہ کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کریں۔ نہ انہوں نے کبھی مل کر یہ سوچا ہے کہ فلسطینی مسلمانوں کی مدد کے لیے کچھ کریں یا فلسطینی مہاجرین کی کفالت کا ذمہ لے لیں۔ غضب خدا کا ایک ارب مسلمانوں کے یہ نمایندے چند لاکھ یہودیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو کیا ان کا مقابلہ کرنے والے نہتے نوجوانوں اور بچوں کے کچھ کام بھی نہیں آ سکتے؟ اگر موت کے ڈر یا شدت پسندی کے الزامات کے خوف سے فدائی مجاہدین کی حوصلہ افزائی ان کے بس میں نہیں تو کیا مہاجر کیمپوں میں پڑے بے بس مسلمانوں کی سرپرستی یا اسپتالوں میں زخموں سے بے حال بچوں کی خبر گیری بھی ان کے لیے ممکن نہیں؟ سچ ہے غیرت کے بغیر انسان ایسا ہی ہے جیسے چپیڑے کے بغیر لوٹا۔ جہاں کہیں پڑا رہے یا جو اسے جہاں لڑھکا دے اسے کچھ پروا نہیں ہوتی۔

کاش! آج امت میں عمر بن عبدالعزیز نہ سہی، معتصم باللہ جیسے حکمران ہوتے تو فلسطینی مسلمانوں کو اپنی بے بسی کا احساس یوں نہ ستاتا۔

القدس تاریخ کے تناظر میں

☆ ۳۰۰۰ قبل مسیح کنعانیوں (یبوسیوں) نے اس کو بسایا۔

☆ ۱۸۵۰ قبل مسیح حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے اور یہاں کے باشندے بنے۔

☆ ۱۰۰۴۔ ۹۳۴ قبل مسیح "القدس" پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت رہی۔

☆ ۵۸۷ قبل مسیح بخت نصر کے ہاتھوں یہ تباہ کر دیا گیا اور یہاں کے یہودی قیدی بنا لیے گئے۔

☆ ۳۵ میں رومی بادشاہ ہیرڈیان نے یہاں سے یہودیوں کو نکال دیا۔

☆ ۶۰۰۔ ۱۳۲۶ میں القدس برائے نام استعمار کے زیر نگیں رہا۔

☆ ۱۵ ہجری، ۶۳۶ عیسوی میں مسلمانوں نے معرکہ یرموک کے بعد ان علاقوں کو آزاد کرایا۔

☆ ۱۷ ہجری، ۶۳۸ء میں ۳۰۰۰ صحابہ نے اسے فتح کیا اور یہاں کے باری صفرونیوس سے شہر کی چابیاں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیں اور معاہدہ کیا۔

☆ ۴۹۳ ہجری، ۱۰۹۹ء میں صلیبیوں نے یہاں پر قبضہ کیا۔

☆ ۵۸۳ ہجری، ۱۱۸۷ء میں معرکہ حطین میں صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے صلیبیوں کو شکست فاش دی اور القدس کو آزاد کرایا۔

☆ ۶۵۸ ہجری، ۱۲۶۰ء میں معرکہ عین جالوت ہوا جس میں القدس کو تاتاریوں سے آزاد کرایا گیا۔

☆ ۹۲۳ ہجری، ۱۵۱۶ء میں عثمانی خلافت نے اسے اپنا حصہ بنایا۔

☆ ۱۳۳۶ ہجری، ۱۹۱۷ء میں پہلی جنگ عظیم ہوئی، خلافت عثمانیہ ختم کر دی گئی اور القدس

انگریز کے قبضے میں چلا گیا۔

☆ ۱۹۱۷ء میں "بالفور" معاہدہ ہوا اس کے تحت یہاں "یہودی ریاست" قائم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔

☆ ۱۳۶۸ھ ہجری، ۱۹۴۸ء میں فلسطین کے ۷۸ فیصد علاقے میں اسرائیلی ریاست کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔

☆ ۱۳۸۷ھ ہجری نے ۱۹۶۷ء میں یہود نے فلسطین کے باقی ماندہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

☆ ۱۴۰۸ھ ہجری ۱۹۸۸ء میں یہودیوں کے خلاف جدوجہد کا اعلان کر دیا گیا۔

اقتدار کے نام (۱)

[illegible]

کی سطح سے اس کی بلندی ۱۵۰ میٹر ہے۔ بحر روم سے اس کا فاصلہ ۵۲ کلومیٹر، بحر مردار سے ۲۲ کلومیٹر اور بحر احمر سے ۲۵۰ کلومیٹر ہے۔ القدس دنیا کا قدیم ترین شہر ہے۔ یہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ہاں یکساں طور پر متبرک ہے۔ اس شہر کی آب و ہوا نہایت معتدل اور صحت افزا ہے۔ یہاں میوے کثرت سے اور نہایت لذیذ اور شیریں ہوتے ہیں۔ القدس کی جو تاریخ آج کی انسانی زندگی کو معلوم ہے اس کے مطابق یہ تقریباً ۴۵ صدیاں پرانا شہر ہے۔ یہ سا سارھے چھ ہزار سال قبل عربوں کی ایک شاخ "کنعانی" اور یبوسی آباد تھے۔ ۲۵۰۰ قبل مسیح انہوں نے یہاں اپنی بستیاں بسائیں اور قلعے تعمیر کیے۔ پھر ۱۰۴۹ قبل مسیح میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے فتح کیا اور ان کے فرزند سید حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں اسے بہت ترقی حاصل ہوئی۔ ۵۸۶ قبل مسیح میں یہ اہل فارس کے قبضے میں آگیا جب بخت نصر نے یہاں یلغار کی۔ یہودیوں کا قتل عام کیا اور جو باقی بچ گئے انہیں غلام بنا کر بابل لے گیا۔ فارس والوں کے یہاں برقرار کا سلسلہ سکندر کے قبضے تک جاری رہا جو ۳۳۲ ق م میں ہوا۔ ۶۳ ق م میں یہاں رومی قابض ہو گئے۔ ان کے ایک بادشاہ ہیڈرین نے ۱۳۵ء میں اس شہر کو بالکل تباہ کر دیا اور یہاں نیا شہر "ایلیا کاپیٹولینا" کے نام سے بسایا۔ رومیوں کے دور حکومت میں یہ شہر "ایلیا" کے نام سے جانا جاتا تھا اور یہاں عیسائیت کا دور دورہ تھا۔ قسطنطین بادشاہ کی والدہ ملکہ ہیلانہ نے ۳۳۵ء میں یہاں وہ مشہور گرجا تعمیر کیا جو "کنیسۃ القیامۃ" کے نام سے مشہور ہے۔

۶۱۴ء میں اہل فارس یہاں دوبارہ قابض ہو گئے اور یہاں کے گرجاؤں اور عبادت خانوں کو لوٹ کر ویران کر دیا۔ اس وقت پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے اور یہی وہ واقعہ ہے جس پر مشرکین مکہ نے صحابہ کرام کے سامنے فخر ظاہر کیا تھا کیونکہ فارسی مشرک اور ان پڑھ تھے اور رومی "مسلمانوں کی طرح" اہل کتاب تھے لیکن قرآن کریم نے پیش گوئی کی کہ عنقریب رومی ظاہری اسباب کے بغیر دوبارہ فارس پر غالب آجائیں گے چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور ہرقل نے ۶۲۷ء میں فارس والوں کو غیر متوقع شکست دے کر یہ شہر فتح کر لیا اور یہاں پھر عیسائیت کا غلبہ ہو گیا۔

القدس اسلام کے سائے میں:

القدس کو مسلسل ۱۳ سو سال میں سے سب سے پہلے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فتح کیا پھر ۴ سو سال تک یہ مسلمانوں کے پاس رہا۔ اموی اور عباسی خلفاء کے دور میں اسے خوب عروج و ترقی ملی۔ گیارھویں صدی عیسوی میں (۴۹۲ھ/۱۰۹۹ء) میں یورپی عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سلوک کے برعکس وہ مظالم ڈھائے جو ان کی انسانیت سے دوری، ظلم و زیادتی اور جہالت کی علامت کے طور پر یاد کیے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد کو مسجد اقصیٰ میں جمع کر کے ذبح کیا گیا۔ مسجد میں گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا گیا جسے "اصطبل سلیمان" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ۸۰ سال تک صلیبی عیسائیوں کے قبضے میں رہنے کے بعد فرزند اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے ۱۱۸۷ء میں اسے واپس فتح کیا اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کے ساتھ یہاں مدرسے، مکاتب، اوقاف کا سلسلہ شروع کیا۔ تب سے یہ مسلمانوں کے پاس تھا لیکن انگریزوں نے ۹ فروری ۱۹۲۴ء کو فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ یہاں جو پہلا بڑا نوآبادی مشن آیا وہ ہربرٹ سیموئل کی زیر سربراہی تھا۔ برطانیہ اس وقت عیسائی ہونے کے باوجود یہودی مقاصد کی تکمیل کے لیے پوری طرح آلۂ کار بنا ہوا تھا لہٰذا یہ وہ نقشہ ایک سازش کے تحت یہاں یہودی کالونی بسانے کے لیے پوری طرح آگے بڑھا۔ اس نے یہودیوں کے لیے فلسطین کے دروازے کھول دیے۔ امریکا کی صیہونی تنظیموں نے یہودیوں کو یہاں زمینیں خریدنے کے لیے کروڑوں پاؤنڈ دیے۔ رفتہ رفتہ یہودی مضبوط ہوتے گئے اور آخر کار یہودیوں نے برطانیہ کی سرپرستی میں ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی سلطنت کے آغاز کا اعلان کر دیا۔ ۷ جون ۱۹۶۷ء کو اسرائیل نے قدیم بیت المقدس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس دن سے آج تک یہاں مشرقی یورپ اور روس سے یہودیوں کی ایک تار آمد جاری ہے جس کی وجہ سے نئے یہودی محلے اور آبادیاں قائم ہو رہی ہیں۔ شہر کو خوبصورت اور کشادہ کرنے کے بہانے عربوں کے محلے اور اسلامی آثار و مقامات مسمار کیے جا رہے ہیں۔ لاکھوں فلسطینی مسلمان یہودیوں کے مختلف حربوں سے تنگ آ کر اپنے دیہات اور شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور شام، اردن کے مختلف کیمپوں میں بے خانماں زندگی گزار

رہے ہیں۔ دیکھیں خدا کا کوئی بندہ کب علم جہاد لے کر اٹھتا ہے اور ان مقصوموں کی داد رسی کے ساتھ اس شہر کو تیسری مرتبہ فتح کرنے کا خواب پورا کر دکھاتا ہے۔؟

مسجد اقصیٰ اور ہیکل سلیمانی:

عام طور پر مشہور ہے کہ مسجد اقصیٰ کی پہلی تعمیر حضرت داؤد یا حضرت سلیمان علیہما السلام نے کی لیکن یہ بات صحیح نہیں، بخاری شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت موجود ہے کہ بیت اللہ اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں چالیس سال کا فاصلہ ہے اور بیت اللہ کی تعمیر ابتدائے آفرینش میں حضرت آدم علیہ السلام نے بحکم الٰہی کی تھی (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہی کی قائم کردہ بنیادوں پر تعمیر نو کی تھی) اس حساب سے بیت المقدس کی اولین تعمیر سیدنا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام سے بہت عرصہ قبل ہو چکی تھی۔ اس طرح یہودیوں کا یہ دعویٰ ہی سرے سے باطل ہو جاتا ہے کہ یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے سب سے پہلے ہیکل (عبادت گاہ) تعمیر کی تھی البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کی تعمیر نو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی ہے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام سے صدیوں قبل یہاں ہیکل موجود تھا۔ القدس کی جو تاریخ آج کی انسانی دنیا کو معلوم ہے اس کے مطابق یہاں کنعانیوں اور یبوسیوں کے دور سے ہیکل تعمیر ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بھی کئی مرتبہ یہاں نئی تعمیرات ہوئی ہیں، بعض مرتبہ تو زلزلہ یا حملہ آوروں کی لوٹ مار سے مکمل انہدام کے بعد نئی تعمیر ہوئی ہے جو کبھی یہود کے جانی دشمنوں عیسائیوں اور کبھی مسلمانوں نے کی ... تو یہودی کس کی وراثت کا دعویٰ کریں گے؟ ایک طویل عرصہ تو یہاں ایسا گزرا کہ یہاں تباہ شدہ ملبے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو خدا تعالیٰ نے جب ان کی بداعمالیوں کی بنا پر سزا دینی چاہی تو چھٹی صدی قبل از مسیح کے اوائل میں بابل کے حکمران بخت نصر نے یروشلم کو فتح کر کے یہودیہ زمین کر دیا اور یہودیوں کے مذہبی صحیفے نذر آتش کر کے ایک لاکھ یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا، سورہ بنی اسرائیل کے شروع میں اس واقعے کی طرف اشارہ موجود ہے۔ یہود کے عذاب الٰہی میں گرفتار رہنے کے اس زمانے میں تقریباً ڈیڑھ صدی تک یہاں سوائے

ویرانی کے اور کچھ نہ تھا۔ اس کے بعد اہل مصر، فارسیوں اور رومیوں کی طاقتوں نے مختلف ادوار یہاں گزارے اور ان کے دور میں یہاں تعمیرات بنتی اور اجڑتی رہیں۔ مختلف اقوام کی حکومتوں کی اس طویل تاریخ کے ہوتے ہوئے یہودی یہ دعوے کس طرح اس جگہ پر کرتے ہیں؟ ان کا یہ سب جھوٹا دعویٰ ان کی اس تاریخی بددیانتی کا حصہ ہے جس کی بنا پر وہ مختلف اقوام عالم کو اپنا دشمن بنا کر ان سے مار کھاتے رہے اور اب مسلمانوں کی مخالفت مول لے کر اپنے لیے فیصلہ کن شکست کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔

فتح سے تعمیر تک:

اسلام کا آفتاب جب طلوع ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رجب ۲ ہجری، ۶۲۴ء تک اس مقام کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے اس لیے یہ مسلمانوں کا قبلہ اول اور ثالث الحرمین کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ مسجد اقصیٰ کا مصداق وہ سارا حرم قدسی ہے جس کے گرد کئی فصیل قائم ہے اور اس میں مختلف عمارتیں ہیں اور قبلۂ اول اس میں موجود وہ چٹان ہے جس پر زرد رنگ کا خوبصورت گنبد قائم ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کیا تو اس وقت یہاں کے عیسائی حکمرانوں اور پادریوں کی بے توجہی اور بے اولی کی وجہ سے یہ ساری جگہ ویران تھی اور مقدس چٹان پر کوڑا کرکٹ پڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی صفائی کا حکم دیا اور خود بھی صحابہ کرام کے ساتھ مل کر صفائی کی۔ مسند احمد کی صحیح روایت ہے کہ آپ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کہاں نماز پڑھوں؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ میرا مشورہ سنتے ہیں تو چٹان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تاکہ سارا قدس آپ کے سامنے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آپ نے یہودیوں سے ملتی جلتی بات کی۔ میں تو وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی چنانچہ آپ حرم کے قبلہ والی جانب گئے اور براق باندھنے کی جگہ کے قریب فاتحین صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۷/۵۹) میں اس روایت کی سند کو جید کہا ہے۔ پھر آپ نے یہاں مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ یہ مسجد کھجوروں کے تنوں اور پتوں سے تعمیر کی گئی تھی۔

اموی دور حکومت میں جب مرکز حکومت شام میں تھا تو بیت المقدس کو [illegible] حاصل ہوئی اور اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]:

[illegible] مسجد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سلطان صلاح الدین ایوبی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

القدس کے نام (۲)

حرم قدسی میں بہت سی ایسی یادگاریں ہیں جن کا تذکرہ اقصیٰ کی مظلومیت یاد دلانے کے ساتھ جذبۂ حریت اور شوق جہاد کو ولولہ بخشتا ہے۔ چند اہم مقامات کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔ اللہ کرے ایمان کی تازگی اور رجوع الی اللہ، قیام للحیاد فی سبیل اللہ کا باعث ہو۔

دیوارِ براق:

یہ حرم کے جنوب مغرب میں ہے۔ اس کی لمبائی ۴۸ میٹر اور بلندی ۱۸ میٹر ہے۔ روایات میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات یہاں اپنی سواری کو باندھا تھا۔ اس مناسبت سے اسے دیوار براق کہتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں نے حرم کی فصیل کے ساتھ مسجد براق کے نام سے ایک مسجد بھی تعمیر کی تھی اس کے ساتھ خانقاہ اور وقف جائیدادیں بھی تھیں۔ یہودیوں نے یہاں غاصبانہ قبضہ کر کے مکانات گرانے کے ساتھ مسجد بھی منہدم کر دی اور وسیع ہموار احاطہ کو اپنی عبادت کے لیے مخصوص کر لیا۔ وہ اس دیوار کو بیکل سلیمانی کا باقی ماندہ حصہ سمجھتے ہیں اور یہاں آ کر روتے دھوتے اور دیوار کی درزوں میں درخواستیں لکھ لکھ کر رکھتے ہیں۔ اس دیوار کو انہوں نے "دیوار گریہ" کا نام دے رکھا ہے اور اس پر ملکیت کا دعویٰ جتاتے رہتے ہیں۔ ان کے اس احمقانہ اور بے بنیاد دعوے کی وجہ سے فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ۱۹۲۹ء میں ان کی اس وقت زبردست جھڑپ ہوئی تھی جب یہاں صیہونی جھنڈا لگانے اور مذہبی رسوم ادا کرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلا۔ مسلمانوں نے ان کی یہاں رکھی ہوئی چٹ کر یہاں ڈلٹ دیں اور دیوار میں اڑسی کئی پرچیاں نکال کر پھاڑ دیں۔ اس وقت ایک کمیشن بھی

شکل کا ہے جس کا ہر ضلع تقریباً ساڑھے چار میٹر لمبا اور چھت تین میٹر اونچی ہے۔ چھت میں تقریباً ایک میٹر چوڑا ایک شگاف ہے۔ اس عمارت میں گیارہ میخیں اترنے کے بعد ایک محرابی دروازے کے ذریعے داخل ہوتا ہے، یہ محرابی دروازہ بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ عمارت کے فرش پر بھی سنگ مرمر بچھا ہوا ہے۔ اس عمارت میں دو محرابیں ہیں دائیں طرف والی محراب کے سامنے ایک چبوترہ ہے جسے عوام "مقام خضر" کہتے ہیں اور شمس کے چبوترے کو "باب الجلیل" کہا جاتا ہے۔

غرضِ تعمیر:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے کس غرض سے اس چٹان پر قبہ تعمیر کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شام اور فلسطین میں جب خلافت اسلامیہ قائم ہوئی تو یہاں کے غیر مسلم عوام ایک طویل عرصے تک رومی سلطنت کے ماتحت رہنے کی وجہ سے ان سے مرعوب تھے۔ اسلامی خلفاء نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اسلامی سلطنت کے شوکت و استحکام کے اظہار کے لیے تعمیراتی شاہکاروں سے بھی کام لیں گے۔ یہ عمارت اسلامی آثار قدیمہ میں سے اولین مثال پارہ ہے جو روزِ قیامت تک مسلمانوں کی عظمت و شوکت کی یادگار کے طور پر پہچانی جاتی رہے گی۔ غیر مسلم مؤرخین اور مبصرین آثار قدیمہ کے نزدیک بھی یہ عمارت مسلمانوں کے عروج کے دور کی شاندار علامت سمجھی جاتی ہے۔ بہت سے غیر مسلم مبصرین فن تعمیر و آثار قدیمہ بھی اس کے حسن و زیبائی پر بے ساختہ تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ ایک فرانسیسی ماہر فن تعمیر نے جو قاہرہ یونیورسٹی میں سول انجینئرنگ کے شعبے کا استاد تھا، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: "یہ عمارت صرف ایک تاریخی یادگار ہی نہیں بلکہ یہ بھی نوع انسان کے تعمیر کردہ فن پاروں میں سے بلند ترین معیار کی حامل ہے جو اسے دیکھنے والے کی نظر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اس کا حسن اور خوبصورتی واقعی جسم و گمان سے بالاتر ہے۔"

اس خوبصورت گنبد کی تعمیر کے اس منظر کے متعلق مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ جو مقدس کی حدود میں یہ جگہ پہلے سے ہی ممتاز اور اونچی تھی اور یہاں یہودیوں کی پوجا کی مرکز ایک بڑی چٹان اور زیر زمین غار موجود ہے اور خلیفہ ولید بن عبدالملک تعمیرات کا بہت شوق رکھتا تھا۔ مسجد نبوی میں اس نے

نجات دہندہ کا انتظار:

ہر مسلم کا فرض ہے کہ مسجد اقصیٰ میں اس بندرگاہ جہاز کو پہنچانے کی کوشش جاری رکھیں جس کی پتوار کسی مسلم نوجوان کے ہاتھ میں ہو۔ وہ غازی اسد سلطان صلاح الدین ایوبی رفیع الشان دوبارہ کی طرح مسلمانوں کا نجات دہندہ بن کر سامنے آئے۔ اے کاش! ہم وہ دن اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں جب بیت المقدس کی تیسری مرتبہ فتح اور بازیابی کا تاج شہسوارانِ اسلام کے سر پر سجایا جائے گا۔

[illegible] (۳)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مسجد قاسمی چھوریاپیر میں مرکز

[illegible] قاسمی [illegible] [illegible] [illegible]

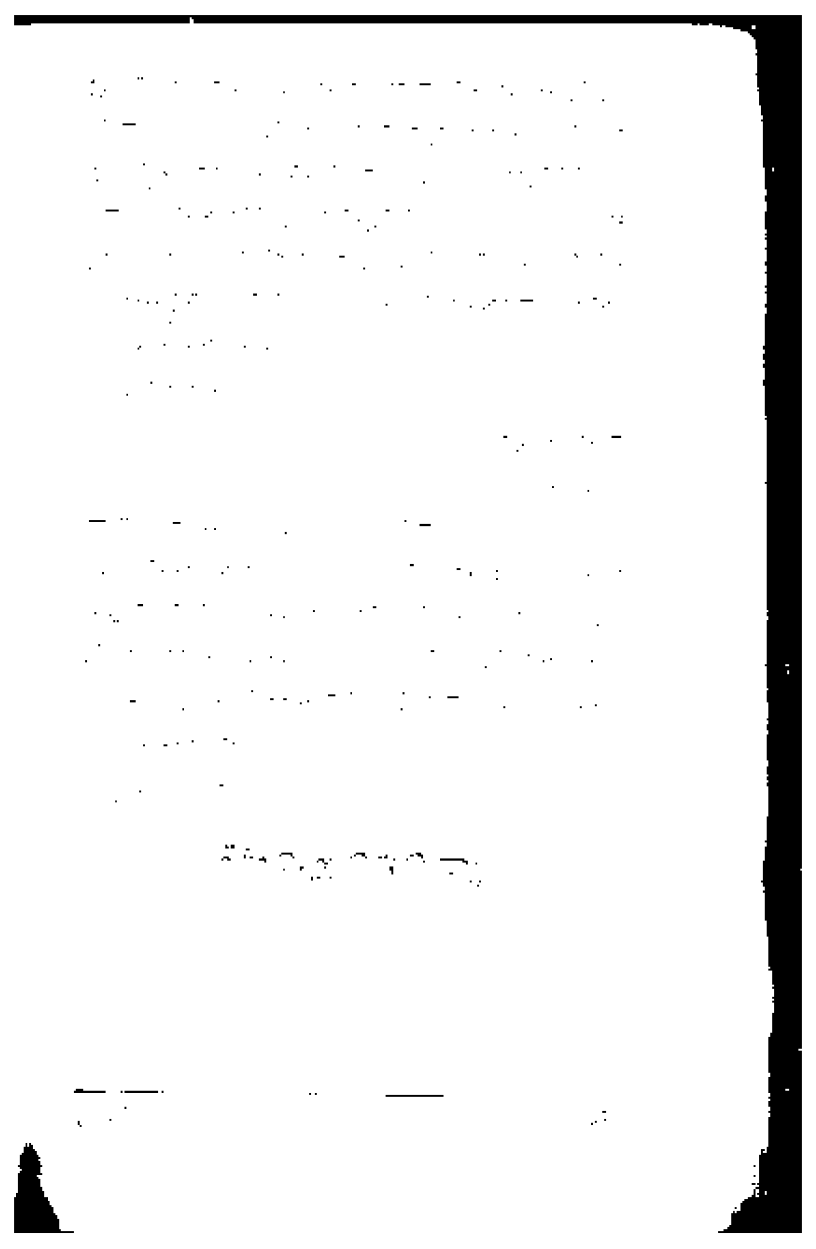

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (Atomic, Bacterial & Chemical) [illegible]

[illegible]

[illegible] نے اس کی تعلیم کی مخالفت کی۔ مقصد یہ ہے کہ اگر عورت کو تعلیم دی جائے تو وہ اپنے
[illegible] کی آزادی چاہتی ہے جس کی وجہ سے گھر کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اس طرح
تعلیم کی مخالفت سے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے اور اس کی ترقی رک جاتی ہے۔ اس مضمون
میں ہم نے ان تمام باتوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے جو اسلام میں عورت کی تعلیم کے
بارے میں کہی گئی ہیں۔

اس جائزے کے مطابق ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی تعلیم کی
[illegible] ہے۔ اسلام نے عورت کو تعلیم کا حق دیا ہے اور اسے علم حاصل کرنے

جہاں تک اس کے دیگر خصائل کی بات ہے تو بہت سی روایات میں ان کے مختلف فضائل وارد ہیں۔ (مثلاً جنت کی چار نہروں یا زمین کے سارے قیمتی پانی کا اس سے پھوٹنا، اس کا فسطا طین کے ساتھ میدان حشر کی یہاں قائم ہونا وغیرہ) لیکن یہ روایات بیشتر فنی طور پر ضعیف ہیں۔ البتہ "الاسود من الحجر" "چنان جنت میں سے ہے" والی حدیث مسند احمد ج ۱، ص ۲۹۷، حدیث نمبر ۲۰۳۶۶، مستدرک حاکم ج ۱، ص ۴۵۸، حدیث نمبر ۱۷۴۲ اور ابن مبارک کتاب الطب ص ۳۶ میں مذکور ہے اور متعدد سندوں کی وجہ سے حسن کے درجے کو پہنچتی ہے چنانچہ یہ بات تقریباً طے پا جاتی ہے کہ حجر اسود کی طرح حجر مقام بھی جنت سے آیا ہوا ہے اور دونوں مسلمانوں کے لیے متبرک ہیں۔

یہ چٹان چونکہ یہود کا بھی قبلہ تھی اور ان کی مذہبی داستانوں کے مطابق اصل تورات اس کے قریب کہیں مدفون ہے اور ہیکل سلیمانی اسی پر قائم کیا گیا تھا لہٰذا وہ اس پر قائم مسلمانوں کی تعمیر کردہ شاندار عمارت کو گرا کر یہاں ہیکل کو دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے بے تاب ہیں اور اس بے تابی کی وجہ محض مذہبی نہیں، کافی حد تک سیاسی ہے۔ یہودی عقیدے کے مطابق ان کو دنیا بھر کی تذلیل و تحقیر سے نجات دلا کر یہود کی عالمی حکومت قائم کرنے کا کارنامہ تمام تر بدیوں کا محور و منبع دجال ہی انجام دے سکتا ہے اور اس کی آمد بظاہر اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کا قصر عمارت قائم کیا جائے اور اس کا قصر عمارت اس چٹان پر قائم ہو جو اس گنبد کے نیچے ہے لہٰذا وہ ہر صورت میں اس گنبد کو (خدانخواستہ) منہدم کرنے کے درپے ہیں۔ اس حوالے سے یہ "مستند غیر محقق" بھی بعض لوگ بغیر سوچے سمجھے پھیلاتے رہتے ہیں کہ "اصل مسجد تو وہ بل ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے، اس لیے زور گنبد کو مقدس کی مناسبت کے طور پر پیش کرنا درست نہیں۔" بات دراصل یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کا اطلاق اس پوری چار دیواری پر ہوتا ہے اور اس مسجد کے پورے احاطے کا ایک ایک ذرہ حرم قدسی ہے اور یہ دونوں مقامات اپنی اپنی جگہ اہمیت اور حیثیت رکھتی ہیں لہٰذا یہ بحث قطعاً بے سود ہے کہ ان دونوں عمارتوں سے بعید کون سا حصہ اصل ہے اور کون سا غیر اصل؟ یہود کو یہ پوری چار دیواری چاہیے جیسا کہ ان کے

[illegible] Three Dimensional [illegible]

[illegible]

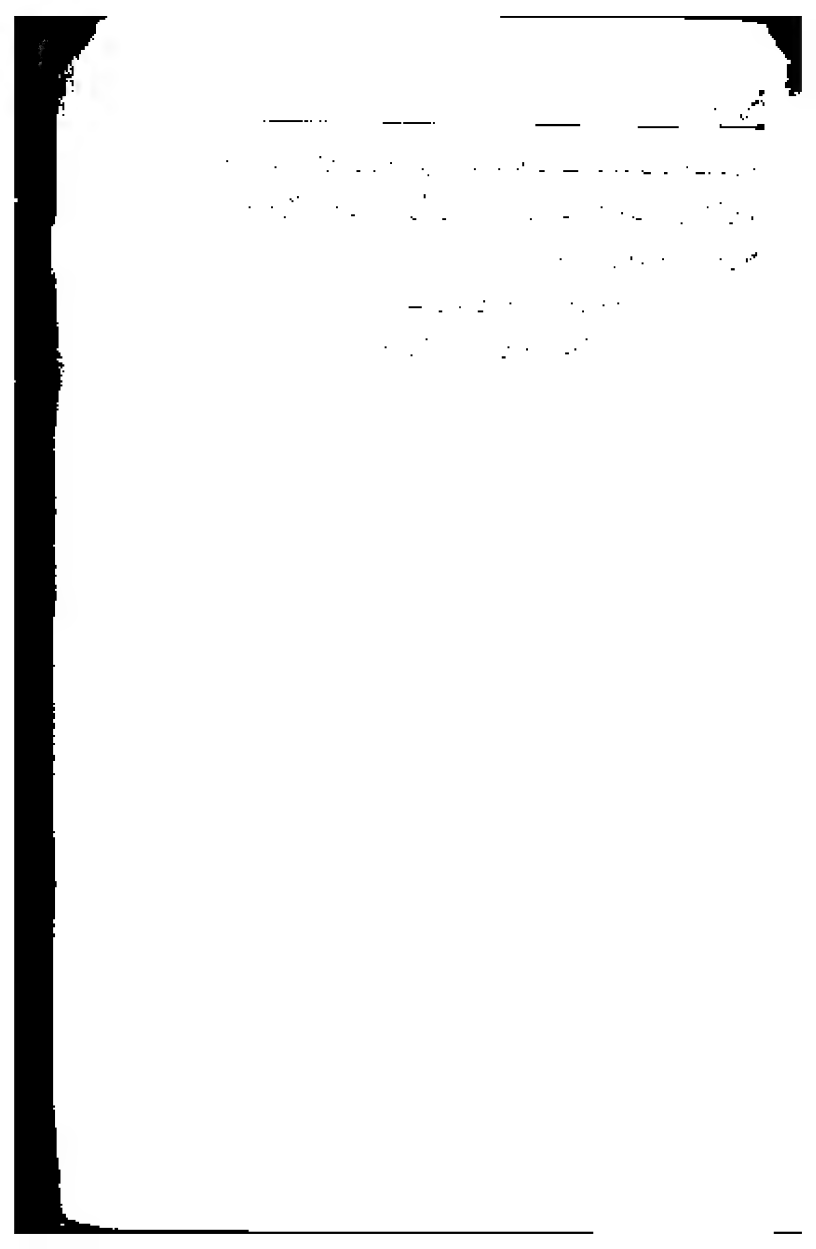

تخت داؤد کی واپسی

درگزر نہ کرتے۔ اس کی دو وجوہ تھیں:

۱۔۔۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کافر و مرتد قرار دینے اور ان کی مقدس اور پاکباز ماں پر تہمت لگانے کے علاوہ انہیں سخت تکلیف پہنچائی تھی جبکہ عیسائیوں کے خیال کے مطابق تو قتل ہی کر دیا تھا۔ قادیانی بدنصیبوں کا عقیدہ بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ وہ بھی حیات عیسوی کے منکر ہیں۔ (یہ تو قرآن پاک نے آ کر وضاحت کی کہ انہیں قتل کیے جانے سے پہلے بحفاظت آسمانوں پر اٹھا لیا گیا تھا۔ اب عیسائی حضرات خود سوچ لیں کہ وہ اپنے پیغمبر کا زیادہ احترام کرتے ہیں یا مسلمان؟)

۲۔۔۔ دوسری وجہ یہ کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام قیامت کے قریب زندہ ہو کر دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور دنیا کو ظلم سے پاک کریں گے جبکہ کم بخت یہودی دوبارہ آنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ دجال قرار دیتے ہیں اور ان کے مقابلے میں کانے دجال کو مسیح مانتے ہیں۔ ان دو زبردست اختلافات کی وجہ سے یہود بیچارے ناپاک مخلوق قرار دیے گئے۔ حال یہ تھا کہ دنیا میں تو کوئی بھی ناگوار واقعہ ہوتا تو یہود مردود کو اس کا سبب قرار دے کر ان پر عذاب و نکیر کا نیا سلسلہ شروع کرا دیا جاتا تھا کہ یورپ میں ایک مرتبہ کالا طاعون پھیلا، اس کے سبب ہزاروں لوگ مرنا شروع ہوئے تو عیسائیوں نے اس کا سبب بھی یہودیوں کو ٹھہرا کر ان کو ملعون کرنا شروع کیا حالانکہ خود یہودی بھی اس وبا کا شکار ہو کر مر رہے تھے۔ اس شدید ابتلاء کے عرصہ میں اگر یہودیوں کو کسی نے پناہ دی تو وہ مسلمان تھے۔ مسلمان نہیں اہل کتاب ماننے کے باعث معمولی ٹیکس (جزیہ) کے عوض جان و مال کا مکمل تحفظ اور مذہبی آزادی فراہم کرتے تھے۔ یہودیوں کے ساتھ عیسائیوں کی یہ تاریخی دشمنی تھی کہ خیر قسم کی ہولناک تباہیوں کے سائے میں پلتی رہی لیکن اب تقریباً سوا سو سال ہونے کو آئے ہیں کہ یہودیوں نے انتہائی ہوشیاری اور عیاری سے کام لیتے ہوئے عیسائیوں کو اپنا محبوب بنا لیا ہے اور وہ اہل مغرب جو یہودیوں کے جانی دشمن تھے آج مسلمانوں کے جانی دشمن بن گئے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے ناجائز وجود کے بعد تو دنیا بھر سے عیسائیوں کی

خیال ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا کر اس تخت پر براجمان ہوں گے۔ یہ بھی اس وجہ سے یہودیوں کے ہمراہ ہیں کہ ان کے خیال میں مسلمین اور مسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جشن ہے اور آپ پہلی مرتبہ کی طرح دوسری مرتبہ بھی ستیں آئیں گے۔ اب چونکہ عیسائی خود تو پیدا وار کار مسلمانوں سے تقاضہ کرتے ہیں کہ یہودی ہدایت کار ہے ہیں تاکہ وہ مسلمانوں کو یہاں سے بے دخل کر دیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں تو پھر سارے یہودی بھی عیسائی ہو جائیں گے لیکن ان قلعہ حضرات کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ جب یہ پہلی مرتبہ عیسائی نہ ہوئے تو دوسری مرتبہ کیسے پکے عیسائی بن جائیں گے! ان کی فطرت تو آج بھی وہی ہے۔

عہد ہزار سالہ:

اور اب آخر میں تھوڑی سی تفصیل تخت داؤد (Throne of David) کے متعلق۔ یہودی عقائد کے مطابق یہ وہ پتھر ہے جس پر پہلے یعقوب علیہ السلام کی تاج پوشی (Coronation) ہوئی تھی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اسی تخت پتھر پر بیٹھ کر تمام اقوام یعنی جن و انس اور پرندوں پر حکومت کی۔ یہ پتھر یروشلم میں محفوظ تھا۔ جب رومی جنرل ٹائٹس (Titus) نے یروشلم کو تباہ کیا تو اس پتھر کو اپنے ساتھ روم لے گیا جہاں عیسائیت کا مرکز تھا۔ روم سے یہ پتھر آئرلینڈ پہنچا اور اب ہزار سو سال سے انگلینڈ میں ہے۔ آخر میں اسکاٹس اور انگلش بادشاہوں اور ملکاؤں کی تاج پوشی اسی پتھر پر ہوتی رہی ہے۔ اس غرض کے لیے اس پتھر کو تخت نما کرسی میں نصب کر دیا گیا ہے اور اب یہ انگلینڈ کے شاہی چرچ "ویسٹ منسٹر ایبے" میں رکھا ہوا ہے۔ مگر یہ صرف انہی کی تاج پوشی اس پر ہوتی ہے اور یہودیوں نے مطالبہ کیا ہے کہ جب ٹرمپ اقتدار سنبھالنے کے وقت آئے گا کہ وہ حکماً برطانیہ سے اس تخت و یعقوبی پتھر کو فلسطین لے جائیں اور اسے اس کی اصل جگہ پر نصب کریں۔ عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ پہلے ہزار سال کے اختتام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے جب ایسا نہ ہوا تو ان کا اور یہودیوں کا مشترکہ ایک نیا عقیدہ ہے کہ اب دو ہزار سال کے اختتام اور تیسرے ہزار سے کے آغاز پر تو ضرور ہی یہ واقعہ ہوگا۔ یہ عقیدہ "عہد ہزار سالہ" (Millenarian)

اجلاس پہلی تک

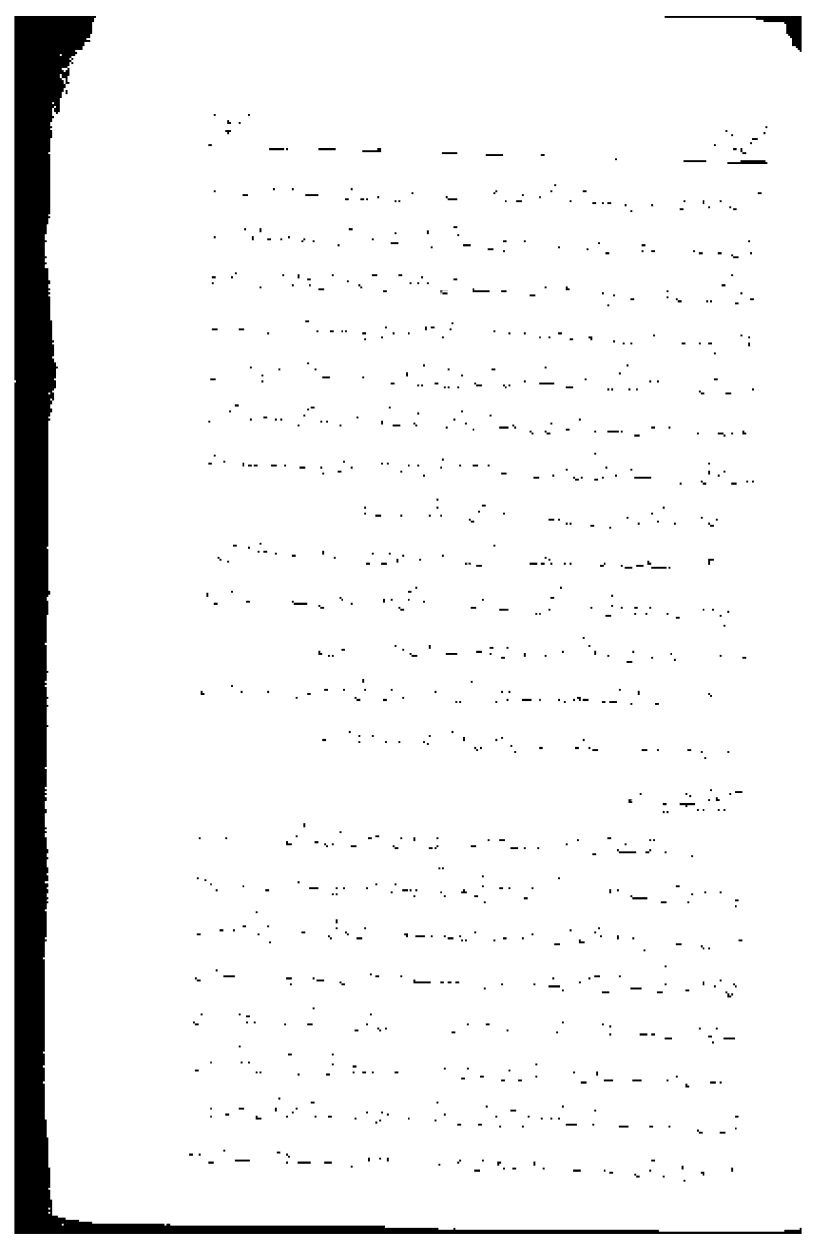

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مملکت کی حدود دریائے نیل سے دریائے دجلہ تک تھیں۔ یہودی ان ملک سیمائی کے حصول میں سرگرداں ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی اور ان کی وفات کے بعد ان کی سخت دشمنی کے باوجود ان کی وراثت کے دعویدار ہیں۔ ان کے سلاطین آدرات میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا: "ابرہام سے یہ اسرائیل من دجلۃ الی النیل" اے اسرائیل! تمہاری سلطنت کی حدود دجلہ سے نیل تک ہوں گی۔ یہ تمنائی کا بیان ہوا بعض یہودی اس پر اس جملے کا اضافہ بھی کرتے ہیں "ومن لا ورزالی آخرین" یعنی اس کی چوڑائی ارز ناتی درخت کی پیداوار کے علاقے سے لے کر کھجوروں کی سرزمین تک ہوگی۔ ارز صنوبر کے درخت کو کہتے ہیں جو لبنان میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ یہ درخت ہمالیہ کا قومی نشان ہے اور لبنان کے جھنڈے پر اس کی تصویر موجود ہے اور نخل یعنی کھجوروں کی سرزمین سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر مدینہ منورہ کی طرف اشارہ ہے۔ تو یہودی اگرچہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں ان کی تعلیمات کا انکار اور ان کی بے ادبی کرتے رہے لیکن اب ان کو وراثت سیمائیہ حاصل کرنے کا سودا سمایا ہے چنانچہ آپ ان کے جھنڈے کو دیکھیں تو اس میں دو نیل لکیریں نظر آئیں گی۔ یہ وجہ ان نیل کا لاتی نشان ہے۔ ان کے بیچ میں وہ نشانوں پر مشتمل چھ کونوں والا یہودی ستارہ ہے جو ان حدود میں صیہونیت کی علمداری کو ظاہر کرتا ہے۔ پہلی مثلث کا مطلب دین، تھوتی اور محبت جبکہ دوسری کا مطلب خدا، اسرائیل اور دنیا ہے۔ اس کی معنویت پر بھی ذرا غور کریں۔ اسرائیل نے جب مصر میں فارغہ کو جانا تو مصری حکام اسے دریائے نیل کے کنارے کے پاس جگہ دینا چاہتے تھے جبکہ اسرائیلی نمائندہ دریائے نیل کے پرلی طرف جگہ حاصل کرنے پر مصر تھا۔ اس کی وجہ وہ مثل ایپ سے یہ کہتا کہ آیا تھا کہ فارغہ تو دوسرے ملک کی حدود میں ہوتا ہے جبکہ نیل تک اُدھر کہ ہے تک ہمارا اپنا ملک ہے۔ اندازہ لگائیے کہ رب العالمین اور انبیائے کرام کی یہ نافرمان قوم کیسے خبط میں مبتلا ہے اور بھاری نااہلی اور اتباع شریعت سے کنارہ کشی کے سبب کیسے کیسے منصوبے سوچ کر قبضہ ہے؟؟؟

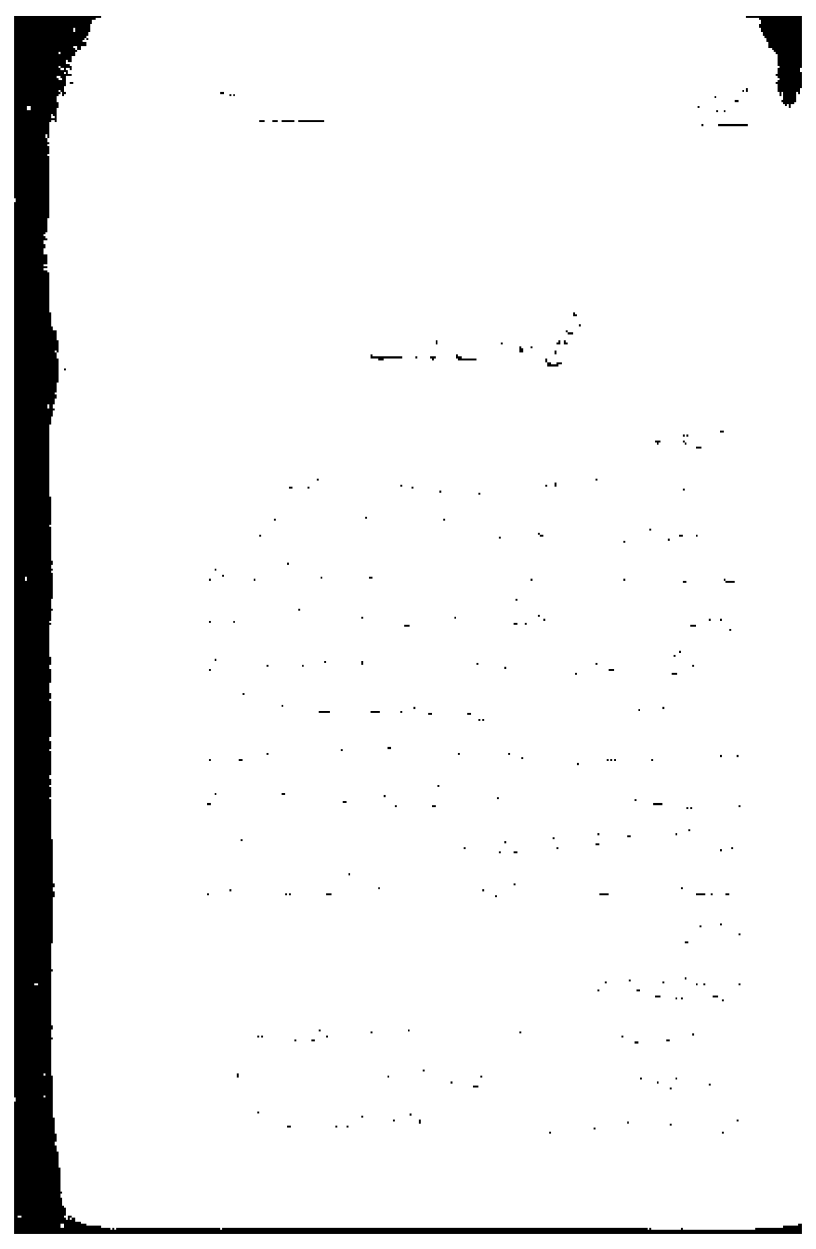

فلسطین کا قضیہ (۱)

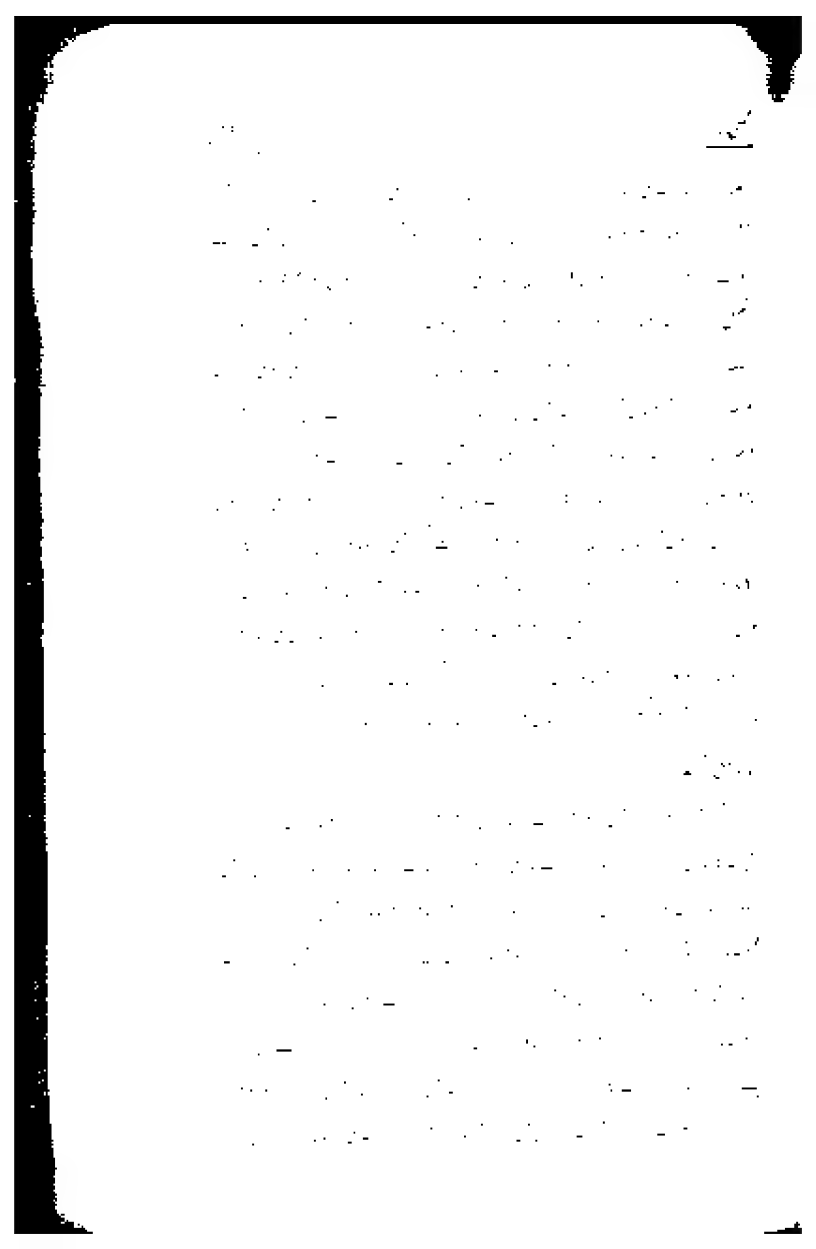

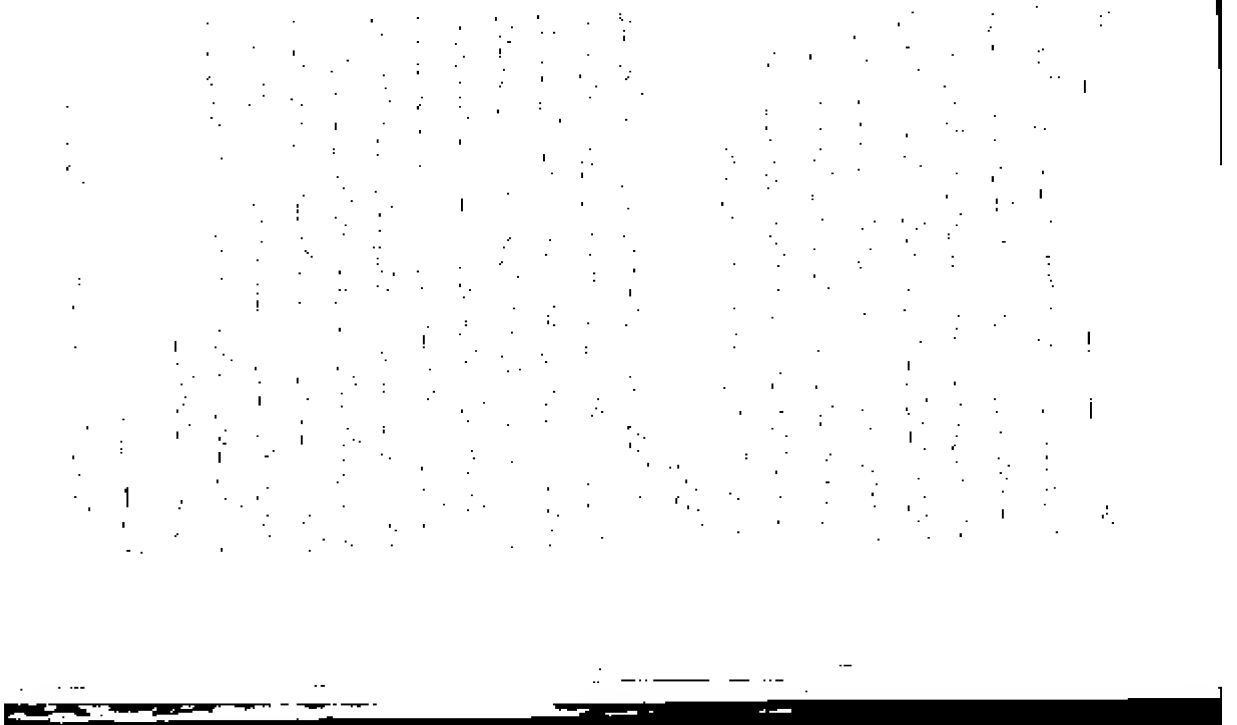

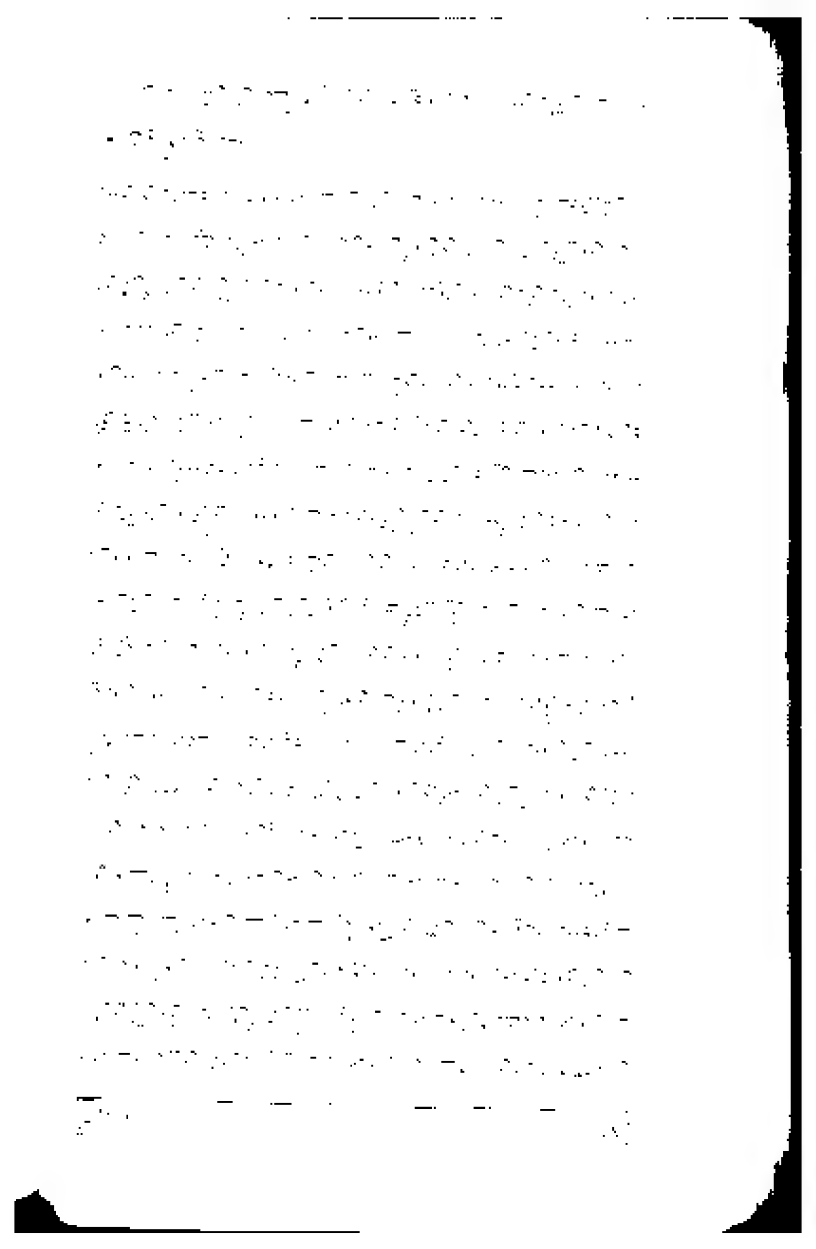

تھے۔ برطانیہ کو مختلف محاذوں پر جنگ کا سامنا ہونے کی وجہ سے سرمائے کی شدید ضرورت تھی۔ یہودیوں نے برطانیہ کی مدد کے لیے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیے اور اس کے عوض انگریزوں سے وعدہ لیا کہ جنگ میں کامیابی کے بعد فلسطین کی حدود میں یہودی ریاست کے قیام میں مدد دی جائے گی۔ لندن صیہونی تنظیموں کا مرکز تھا اور وہاں کے متمول یہودی تاج برطانیہ کے نزدیک اور بہت بااثر سمجھے جاتے تھے۔ جنگ کے اختتام پر جب انگریزوں کو فتح ہوئی تو یہودیوں کی دیرینہ مراد بر آئی۔ ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو برطانیہ کے وزیر خارجہ مسٹر بالفور (Balfor) نے برطانیہ میں مقیم یہودیوں کی فیڈریشن کے چیئرمین لارڈ شیلڈ کے نام ایک خط روانہ کیا جس میں صیہونی ریاست کی تشکیل کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا تھا: "ہز میجسٹی حکومت فلسطین میں یہودی عوام کے لیے ایک قومی وطن کے قیام کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اس مقصد کے حصول کو آسان بنانے کے لیے اپنی بہترین کوششیں صرف کرے گی۔" بعد ازاں یہی مکتوب "اعلان بالفور" (Balfor Declaration) کے نام سے موسوم ہوا۔ اس میں فلسطین کے غیر یہودی شہریوں (مسلمانوں) کے حقوق کی بھی ضمانت دی گئی تھی مگر یہ درحقیقت مسلمانوں کے رائے عامہ کو دھوکا دینے کے لیے تھا۔ قصہ مختصر جنگ عظیم میں اتحادیوں کی کامیابی کے بعد انگریز ۱۹۱۷ء میں جنرل ایلن بی کی قیادت میں فلسطین میں داخل ہو گئے اور ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو انہوں نے فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ ترکی اور جرمن فوجیں شام کی طرف ہٹ گئیں اور اس دن سے فلسطین کی حکومت انگریزوں کے پاس آ گئی۔

مبہم وعدے:

جنگ کے دوران انگریزوں نے جنگ جیتنے کے لیے عربوں اور یہودیوں سے متضاد وعدے کیے تھے۔ عربوں سے کیے گئے وعدوں میں جان بوجھ کر ایسا ابہام رکھا گیا تھا جس کی بعد میں مختلف تاویلیں کی جا سکتی ہوں۔ چنانچہ عربوں سے کیے گئے وعدے کتنے وفا ہوئے یہ ایک الگ داستان ہے جبکہ یہودیوں سے برطانیہ نے اپنی وفاداری نبھائی جو اس کی مسلمہ دشمنی اور یہود نوازی کی فطرت کی غماز ہے۔ آج بہت سے مسلمان بھی سفید چمڑی اور مکار کندی ذہنیت والی انگریز

صلح پیکنگ پروسس

(۲) [illegible] ۱۹۷۲ء [illegible] ۱۹۷۲ء [illegible] ۱۹۷۲ء

ہوجائے گا کہ آخر یہ ہے۔ حدیث شریف کی فتنۂ دجال کے بعد ارض فلسطین کی طرف سے بیت المقدس کا رخ کرنے والی یہودیوں کی پہلی جماعت کا ذکر ہے۔ اس کے آخری مرحلہ کی تفصیل کس مصری یا عراقی یا شامی کے ذہن میں ہے۔ اس کے بعد ان کے ہاں اور ان کے ہم خیال دوسروں کی "امان" اور عزت ہے۔ یہودی قوم کے دماغ میں ڈالا ہے کہ اس آخری مرحلہ میں ان کا کام تھا کہ وہ مسلمان کو اپنا دوست بنا کر ان کے ساتھ مل کر آپس میں ایک دوسرے کے پیچھے ہونے والی پیشگوئیوں کی تکمیل میں مدد کرتے۔ اس کی تکمیل ہوئی اور اس کے بعد آخری لڑائی شروع ہوئی۔ اس کے آخری مرحلہ تک پہنچے۔ بس باقی تھوڑی سی صداقت ابھی رہ گئی ہے۔ اس کو پورا کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ اور مکمل اور پوری تصویر ہمارے سامنے ہے۔ فتنۂ دجال کی اس تشریح کے بعد اب ہم اس کی طرف آتے ہیں جس کی وجہ سے ہم نے یہ سارا سلسلہ شروع کیا تھا کہ آپ ﷺ نے فتنۂ دجال کی جو علامتیں بتائی ہیں ان کا ظہور ہو رہا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہو رہا ہے تو کہاں تک ہو چکا ہے؟

آخری انجام کی تصویر:

اس سلسلہ میں کہ یہودیوں کے بارے میں جو پیشگوئیاں ہیں ان کا ظہور ہو رہا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد ہم یہ بتا چکے ہیں کہ شریعت کے دلائل اجماع اور عقل کی مکمل اتفاق رائے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہودی فلسطین کی طرف آ رہے ہیں اور ان کی تعداد بھی وہی ہے جو حدیث میں بتائی گئی ہے۔ اور اس نے آخری اپیل بھی کر دی ہے۔ اب ان کی اگلی منزل یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ مل کر [illegible] کے خلاف اٹھے گا تو [illegible] اس کے بعد

اقدس سے ہال تک

کے لیے جو دلیلیں بنائی گئیں انہیں دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کے لیے سخت تدابیر کیے گئے۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی عثمانی وزیرِ عزت پاشا کو وصول ہونے والے خط کی اس خط میں تھیوڈور ہرزل نے ترک حکمرانوں سے درخواست کی تھی کہ یہودیوں کو عراق میں آبادیاں قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ عزت پاشا حیران ہوئے کہ یہ بیٹھے بٹھائے یہودیوں کو کیا سوجھی؟ انہیں عراق میں ہر طرح کے حقوق حاصل ہیں پھر الگ سے آبادیاں قائم کرنے کی کیا ضرورت؟ خود بغداد میں یہودیوں نے بہت سی زمینیں خرید رکھی تھیں، خصوصاً بغداد کے مشرق میں مضافاتی بستی "کرادہ" میں تو بیشتر زمینیں انہی کی تھیں۔ عثمانی وزیر نے یہ درخواست واپس کر دی[1] البتہ آج جب یہود نواز جنرل گورنر بغداد پہنچ چکا ہے، بغداد کی بستیوں کو یہودی نوآبادیاں بننے سے کوئی روک سکنے والا نہیں۔ صیہونی تحریک: قدس سے ہو کر بابل تک پہنچ چکی ہے۔ جلد تک قبضے کے بعد "عظیم تر اسرائیل" کی مشرقی سرحدوں کی تکمیل ہو چکی ہے اور اب یہ کہنا مشکل نہیں کہ اسقدر کا گنجا اژدھا کس طرف رخ کرے گا؟ صیہونی تحریک اپنی چال کامیابی سے چلتی جا رہی ہے اور مسلمان دم سادھے اس دن کے منتظر ہیں جب یہ توبہ کرنا چاہیں گے مگر اس کے الفاظ ان کے منہ سے ادا نہ ہو سکیں گے۔ یہ اپنی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے مارے مارے پھریں گے مگر ان کو کوئی راستہ سجھائی نہیں دے گا۔ اے اہلِ اسلام! کب تک اپنے دشمنوں کو پہنچنے کا موقع دو گے؟ کب تک ذلیل و خوار یہودی تم سے ملاقات کے بعد ملاقاتی بھیجتے چلے جائیں گے؟ بابل تک یہودی جا پہنچے ہیں کیا تمہارے جینے کی یثرب (مدینہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم) تک رسائی حاصل کر لیں گے؟؟

---

[1] تقریباً اسی عراق پر ہرزل نے بعد میں قبضہ کر لیا ہے۔

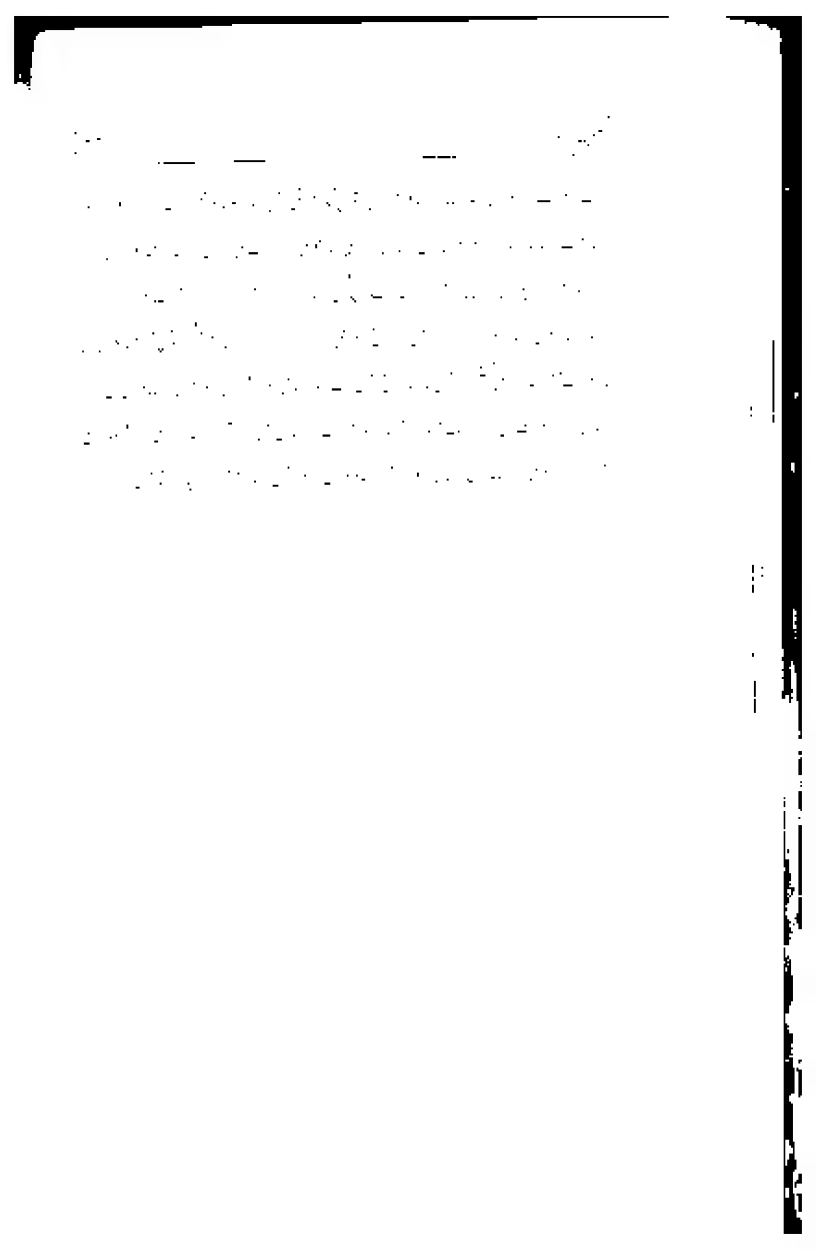

مسجد نبوی اور مسجد نبوی

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ نے مسجد کے ساتھ ہی اپنے لئے رہائش کا انتظام فرمایا۔

دیوانِ اشرف کی کہانی

اگلے سال یروشلم میں ... !

چوہدری رحمت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شریعت اور طریقت

[illegible]

[illegible]

ماڈل ۔ ماڈل

[illegible]

جاتا ہے اور امید واروں میں آخری بیعت ان جوانوں کی ہوتی ہے۔ آخری جرعہ مغربی نظام تعلیم کا تھا جس نے اُمت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا مگر حالات کہہ رہے ہیں اور علم تو کیا غیر مسلم ممالک میں بھی اسلامک اسکولز کی چین قائم ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں دنیا بھر میں مزید کام تیزی سے جاری ہے اور جس دن ان مسلمان اہل علم نے ترتیب دیا کہ خالص اور مکمل اسلامی نصاب تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے اس دن یہودی دانشور اس کو منہ چھپانے کو جگہ نہ دے گی۔ اس نے وہ ذلت آمیز شکست اور بے بسی کے احساس کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو دھماکے سے ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو اور پورے جزیرۃ العرب پر قبضہ کر لینے کے مزید منصوبے تک ہو گا اس آپریشن کا وقت گزرتا جا رہا ہے۔ ابھی نہیں تو کبھی نہیں کی اس کیفیت اور سامنے مجاہدین اسلام کے ختم ہونے والے بیڈ کی طاقت نے انہیں مرکھنی کھانے کی طرح اچھا خاصا بنا دیا ہے لہٰذا وہ بیت المقدس کے فلسطینی باشندوں کے گرد دیوار چین کی طاقت ور فوجی طاقت جمع کر رہے ہیں۔ یہ وہ ٹھوس کے جواب کو اس جنگ کے لیے تیار کر رہے ہیں جس کا بار بار دہرایا جا چکا ہے کہ اس کی بنیاد ہی وہ ہے کہ جہاں جہاں سے مزاحمت کا امکان ہے وہاں سے "تعلیم" اور رضا کی حفاظتی ڈھال فراہم کرنی ہو گی۔

کنڈی اور چوٹی سے:

جان کی تھی مفکر اسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے جناب امریکی سے تعاون کے لیے پاکستانی فوج بھیجنے کی صریح حرمت کا تاریخی فتویٰ دے کر اہل حق کی طرف سے جو فرض کفایہ ادا کیا ہے اس کے بعد تو شیطان کے بیوکار یہودی دانشور "ٹ" پر لوٹ رہے ہیں کہ حضرت کی عیت اور مقامت کے تمین اخراج کا شاہکار یہ فتویٰ ان شاء اللہ مکار اور دل یہودیوں کو عراق میں اس جرح سر کر یہاں رہنے پر مجبور کرے گا جیسے ان کے آبا اجداد "اوائی ٹی" میں جھلتے رہے تھے۔ اے اس ایمان ایسی غضب ہے کہ خدا اس کے فرشتے، سلسلہ نور، راضین فی العلمی، بہادری اور جذبہ جہادی اور اہل طاقت آپ کے ساتھ ہے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ دنیا کی دانشوروں اور ارم

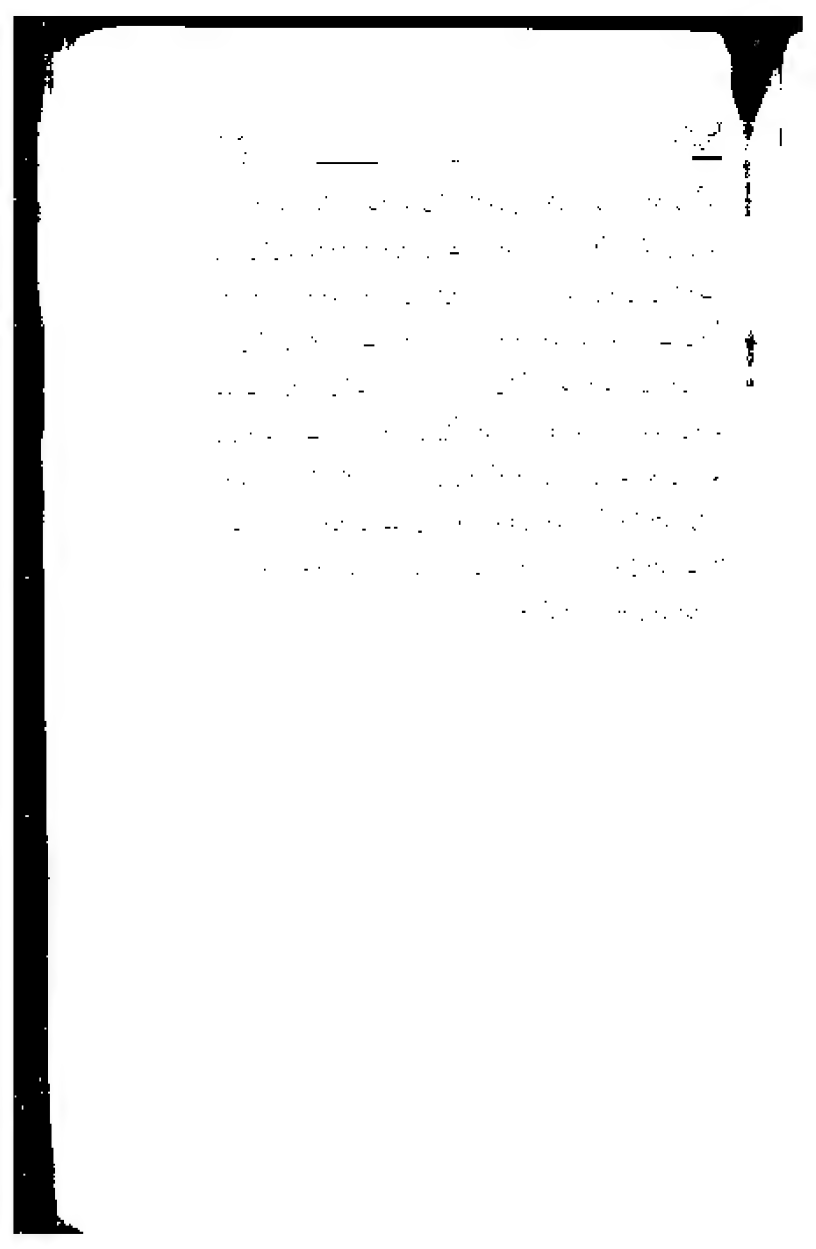

دو جڑواں مثالیں

پائے جاتے ہیں ان کے نزدیک اس کی مظلومیت کی وجہ یہ ہے کہ ساری دنیا کے چانوروں کی طرح یہ بھی طاقتور کے سامنے بے بس اور بے زبان ہیں اور ان کی چالاکی کا یہ عالم ہے کہ یہ کبھی یہ نہیں پوچھتے کہ کوئی غیر یہودی یہودی ہو جائے تو اگر کوئی اس کا جان سے اور پوری ملکیت کا اس سے وراثت قبول کرنے تک بھی ان کے نزدیک وہ یہودی نہیں بن سکتا اور نہ ہی یہودیوں کی مروجہ عبادت حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہاں جب وہ تعداد کی کمی سے مجبور ہو جائیں تو "غیر خدائی یہودی" کو اپنا آلہ کار بنانے کے لیے دل بہلاوے کی خاطر کوئی اچھا سا نام دے کر "ایکسے سے کام" پکارتے ہیں

اسرائیل میں یہودیوں کی آبادکاری کے وقت جب موت سے خائف یہودی تعلیمات کے باوجود ارض موعود میں رہنے کو تیار نہ ہوئے اور قانون شہری کی کاسٹہ پیدا ہونے لگا تو بہت سی تکراری ہوئی تو ہمیں کالی یہودی" کا نام دے کر ارض فلسطین میں بھیجا گیا لیکن ان کی شناخت کو جدا اور ممتاز رکھا گیا اور ان کی آبادیاں "ایکسے سے وے" بچوں سے جدا ہیں۔ اصل دینی یہودیوں کو جو اسرائیل کے مالک اور اس کا حقیقی ثمر ہیں "اشکے نازم" (ASHKENAZIM) کہتے ہیں اور دوسرا نمبر "توپیودی" پر ان کی وفاداری بنانے کے لیے ترقی دینے کی خاطر دیے گئے ہیں، جنہیں "سیفارڈیم" (SEPHARDIM) پکارے جاتے ہیں۔

کسی تحقیق کا اپنے مذہب، ملت اور امت کی بنیاد بنانے کے باوجود اس تحقیق کی تکریب کے علاوہ بھی ان بنیادوں کو سوال میں لانا، تین مشترکہ ہیں۔ مثلاً

یہودیوں جیسے قرآن اللہ کے حاملین نے مخلوق اور اس کی طرف سے ہونے کہتے ہیں پھر بھی اللہ کے ساتھ اس کے لیے بندوں کو شریک کرتے اور انہیں اللہ کا بیٹا اور بیٹی بناتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ کے کہنے کے مطابق اس نے ہر چیز جوڑوں میں پیدا کی ہے اور یہودیوں جیسے اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں اور یہودی بنانے کے لیے اسلام اور عیسائی دونوں اللہ کے ساتھ شریک ہیں۔ ان پر تہمت لگانے اور قتل کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ ایک اور قدر مشترک یہ کہ دونوں مسلمانوں کے مقابلے میں ایک طرح کی خوف اور احساس عظمت کا شکار ہیں۔ خود کے ہاں میں یہ احساس

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۳) عن نهشل عن الضريب الكوفي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لتقاتلن المشركين، حتى يقاتل بقاتلكم الدجال على نهر الأردن، أنتم مرقبة وهم غربية."

قال الحافظ الهيثمي في مجمع الزوائد: رواه الطبراني، والبزار، ورجال البزار ثقات (۷/۲۹۰) وكذا في الإصابة في تمييز الصحابة (۲/۳۷۶)

"تم مشرکین سے جنگ کرو گے حتیٰ کہ تمہارے باقی ماندہ لوگ تمہارا دین پر دجال سے جنگ کریں گے تم (اردن کی) مغربی جہت میں ہو گے اور وہ شرقی جہت میں ہوں گے۔"

قال راوي الحديث ابن ضريب الكوفي: "وما أظنه إلى الأردن يومئذ من الأرض"

راوی حدیث ابن ضریب الکوفی کہتے ہیں کہ میرا خیال نہیں کہ اردن اس دن اس زمین سے کسی حصہ پر ہوگا اور وہ اردن آج اردن اور اسرائیل کی سرحد پر واقع ہے۔ اس لئے شرقی جانب مسلمان اور مغربی جانب یہودی بتلائے ہیں۔ "نہر اردن" یعنی اردن نے مغربی کنارہ کی اطلاع آئندہ آرہی ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اسرائیل نے حال ہی میں یہودی بستیوں کے لئے اور اپنے فوجی حصار قائم کیے ہیں۔

ان تینوں حدیث میں آپ غور کریں (۱) یہ فتن و دجل کے باب میں سند متین اور معتبر سے قائل استدلال ہیں (۲) مضمون ہوگا کہ آخر زمانہ میں عرب الخلیج یا کنعان (یا فلسطین) کے مسلمانوں سے یہود اور نصرت اسلام کے نام سے اسلحوں سے لیا اور ان کے دشمنوں (یعنی عیسائی اور شرق اوسطی میں یہودیوں) کے ہاتھوں جو قتل عام کے انجام دے دوچار کرے گا۔ احادیث شریفہ میں دنیا کی ان ہائپر پاور فیصلہ کن جنگوں کے حالات، واقعات اور مقامات اور شریک مجاہدین کی فضیلت (دنیا میں فتح اور آخرت میں مغفرت و جنت کی بشارت) بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ ان کی سب پیاری سنت اور امت محمدیہ کے مجاہدین سے اس کی محبت سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ان مجاہدین سے محبت،

پراسرار حروف کیا کہتے ہیں؟

[illegible]

[illegible] Novus Ordo [illegible]

[illegible]

[illegible] Armageddon [illegible]

[illegible] Anti-christ [illegible]

سکتی ہے تو امریکا نے دنیا کے سب سے چھوٹے ملکوں میں سے ایک ملک کو جس کی آبادی نئی دہلی کی آبادی سے کم ہے امداد میں اتنی بڑی رقم دی ہے جو فلپائن اور لاطینی امریکا کے ملکوں کو بہت بڑی مالیت کی ہونے والی مجموعی امداد کی رقم کے برابر ہے۔ ان ملکوں کو ملنے والی مجموعی رقم ۱۹۸۲ء کی کس بے بہا اسرائیل کو ملنے والی رقم ۳۰ ارب ڈالر کے برابر ہے۔

یہ ملکوں کی اس طاقت سے تقویت پانے کی بدولت ہے کہ یہودیوں کا ایک زبردست اور بڑھتا ہوا گروہ امریکا میں مسیحی دنیا کے لوگوں کے بہت سارے ان پر لکھے ہوئے مقدس صحیفوں اور اس بات سے کہ کیسی تجربے کرتے رہتے ہیں، یہودیوں کے بعد (مسیح الدجال) مسیحا کس طرف کرے گا اور ہمارے لئے کیا کچھ کرنا باقی ہے، کے بارے میں یہودی ایک وقت تھا کہ دین اسرائیل (مقدس سرزمین) اور بنی اسرائیل (موجودہ زمین) دونوں محاذوں پر کام جاری رکھے ہوئے ہیں اور ایک دن اس کا براہ راست ٹکراؤ ہوگا جس پانچ ملکوں سے ہوتا ہے یا تو یہ واحد ملک ان کے راستے کی آخری رکاوٹ ہے۔ مقدس اسرائیل اور مقدس سرزمین ایک دوسرے سے قدرتی حلیف ہیں اور فلسطین نے جو ان کے ساتھ شیر کے جانے رہنوں کو جدا یا ایک دوسرے کا حلیف بنا ہوا ہے۔ باری مسیحی بلڈ رام سندر اور بیت المقدس کی تعمیر نو کی مہم کی تنظیمیں ایسے منصوبے ہیں جن میں سے ایک کی تکمیل دوسرے کی راہ ہموار کرے گی اور ہر کوئی خوشی خوشی اس آگ میں کود پڑے گا جس کا خاتمہ ہوتے کہیں پانچ ارب کی آبادی ہے۔ لہٰذا کہیں ایمان یا اخلاق کی سے ایک کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ ایمان کی حالت جان دل سے چاہنے کی کہ اسلام اور خلق کی نشانی ہر دلی اور کھوجی ہے۔ کیونکہ یہ کہ یہودی خود تو خوشحالیوں کو ترجیح دے کر قربانی کے بکرے کا اور خود ہوں کا دشمن (Black of the Earth) تیار کرتے ہیں اور ساری دنیا کے یہودیوں سے ان یہودی مددوں اور مضبوط سے چندہ کرتے ہیں جن مسلمانوں کے دینی مدارس اور جہادی تنظیموں کے خلاف زہر اگلتے وقت ان کی زبانیں تک کڑوی ہوجاتی ہیں۔ دینی اور جہادی تحریکوں کے بیانات کی زد پر ہے، یہود کے ہاتھوں سے تمام عالم اسلام خصوصاً پاکستان اور سعودی عرب پر جا چکے ہیں۔

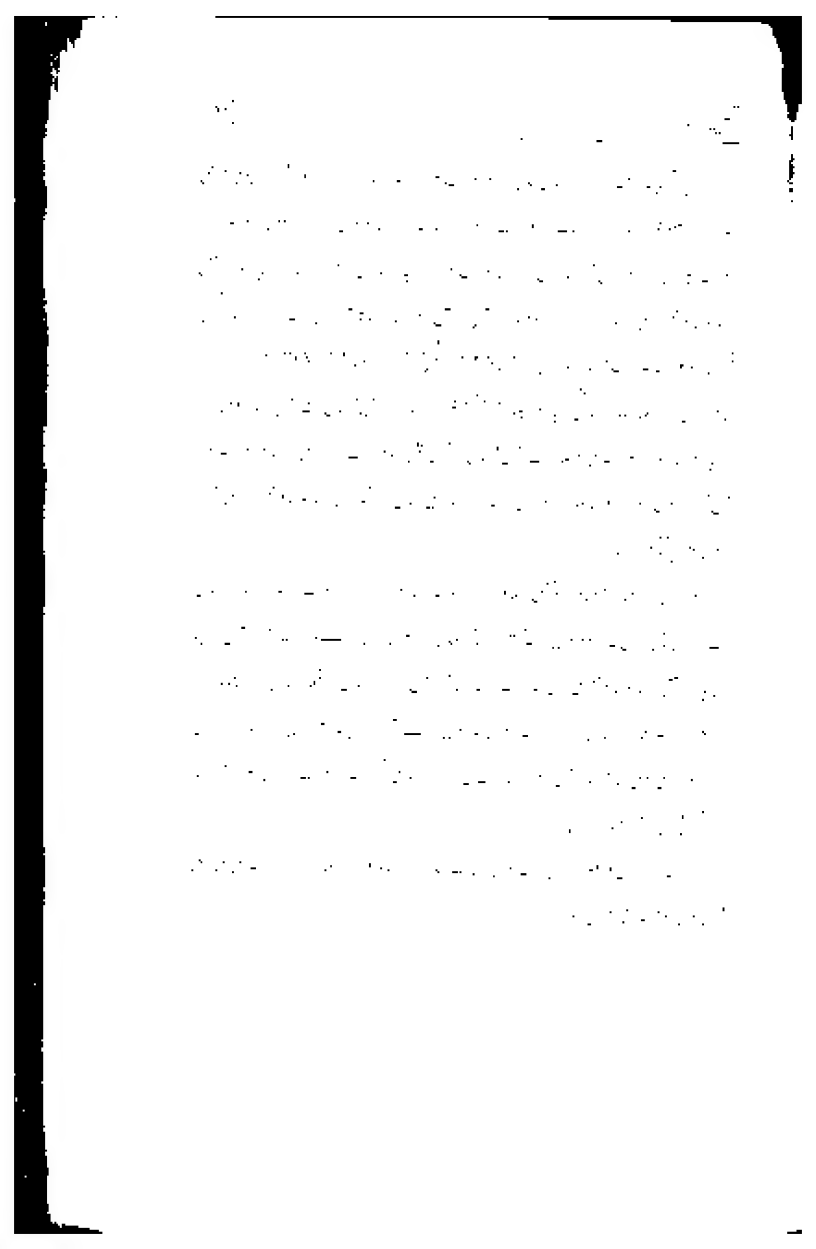

داستان ملت فروشوں کی

نام مبارک آدمی:

اک مضمون میں بنیادی طور پر ایک ایسے شخص کی روداد جفا کو طی کرنا ہے جس نے ہندوستان سے لے کر حجاز تک کے مسلمانوں سے وہ افسوسناک غداری کی جس کا خمیازہ آج تک برصغیر، ترکی، حجاز، اردن اور فلسطین کے لاکھوں مسلمان بھگت رہے ہیں۔ یہ شخص مسلمانوں کے حق میں جتنا مہلک ثابت ہوا اتنا شاید قریب میں کوئی اور ہو۔ کہا یہ جاتا ہے کہ ایک انسان کی حقیقت ہے کہ ساری اسلام جہاں جو فرد جانبازوں اور بے غلط جاتا روں کی داستانوں سے بھری پڑی ہے وہیں اس میں بعض ایسے بدبختوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور بعض نے تو اپنے مذہب اور ملت سے غداری میں ایسا مذموم اور قابل نفرت ملامت کردار ادا کیا کہ اس کی مثال سے تاریخ کا دامن پھٹ گیا اور دشمنان اسلام کو زمانہ طویل تک بے انتہا شر و فساد پھیلانے کا موقع ملا جو ان ازلی بدنصیبوں کے زمرہ اعمال میں بہ حیثیت چارج کے طور پر لکھا جاتا رہا۔ ان سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ضمیر فروشی اور مفاد شخصی اس شخص کے خاندان میں اب تک چلی آرہی ہے اور اس کی اولاد آج تک مسلمانوں سے غداری اور یہود و نصاریٰ سے وفاشعاری کی مرتکب ہو رہی ہے۔ اس خاندان سے گزشتہ سو سال کے دوران عرب و عجم کے مسلمانوں کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے کیوں سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔

مردانِ حریت:

اس داستان کی ابتدا اٹھارویں صدی عظیم اول سے ہوتی ہے جب حجاز، مصر، شام، جزیرۃ العرب

ہے کہ ہم اپنے مقدس مقامات کی حفاظت کے لیے اسرائیل کے خلاف جہاد کریں۔ اس کے بعد اسرائیل نے مسجد اقصیٰ کے صحن میں کھدائی شروع کر دی۔ اس کھدائی کے نتیجے میں مسجد کی بنیادیں کمزور ہو گئیں اور مسجد کے کچھ حصے گر گئے۔ اس کے بعد اسرائیل نے مسجد اقصیٰ کے صحن میں کھدائی کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش کے نتیجے میں مسجد کی بنیادیں کمزور ہو گئیں اور مسجد کے کچھ حصے گر گئے۔ اس کے بعد اسرائیل نے مسجد اقصیٰ کے صحن میں کھدائی کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش کے نتیجے میں مسجد کی بنیادیں کمزور ہو گئیں اور مسجد کے کچھ حصے گر گئے۔

۲۔ فلسطین

فلسطین کا مسئلہ اس وقت پیدا ہوا جب برطانیہ نے فلسطین کو یہودیوں کے لیے ایک قومی وطن بنانے کا وعدہ کیا۔ اس وعدے کو بالفور اعلامیہ کہا جاتا ہے۔ اس اعلامیہ کے بعد فلسطین میں یہودیوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اس اضافے کی وجہ سے فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان کشیدگی بڑھ گئی۔ اس کشیدگی کے نتیجے میں فلسطین میں کئی جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں میں لاکھوں فلسطینی مارے گئے اور لاکھوں فلسطینی بے گھر ہو گئے۔ اس وقت فلسطین کا مسئلہ دنیا کے سب سے بڑے مسائل میں سے ایک ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے کئی کوششیں کی گئی ہیں لیکن ابھی تک کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔

داستان فلسطین فروشوں کی

[illegible]

تھا۔ مگر جہاز کے پٹھان ملاح رئیس نے شاہ کے مرید ہونے پر ہدایات شیخ عبداللہ السلیمان کو بتایا کہ مکی جہاز پر مخصوص قواعد کے تحت منظور شدہ غذا دی جاتی ہے اور اس کی خلاف ورزی کی سزا قید ہے۔ شاہ نے اس کی رعایت کی اور صرف مکئی کے تین دانے چبائے گئے۔

شاہ عبدالعزیز کے تینتیسویں حج میں ریل نے ساحل چھوڑ دیا اور نہر سوئز کی طرف روانہ ہو گیا۔ ۱۲ فروری ۱۹۳۵ء کو شام ساڑھے چار بجے کا وقت تھا۔ سرخ سمندر کے کنارے افق کی طرف تک چلا تھا۔ جہاز کے مسافر جنگی آلات کے مشاہدے اور سیر و تفریح سے لطف لے رہے تھے۔ مگر کسے خبر تھی کہ اس سفر کا اختتام یکجا ایسے حادثوں پر ہوگا جو عالم اسلام کو اپنے عزیزوں سے کئی سو سال پیچھے دھکیل دیں گے۔ بادشاہ کے ہمراہ ان کے بھائی شہزادہ عبداللہ، وہ بیٹے طلال، محمد بن عبدالعزیز اور شہزادہ منصور بن عبدالعزیز کے علاوہ ان کا سامان خصوصی عینیہ اور فلکی ماہر وحید بن حلقہ بھی تھا جو نماز کے وقت قبلہ کی سمت نکال کر دیتا تھا۔ یہ ایک عجیب تہذیبی طریق رہا ہے کہ سعودی حکمران نماز، عبادت اور حرمین کی خدمت کا اہتمام تو خوب کرتے ہیں لیکن اس بات سے غافل رہتے ہیں کہ شعائر اللہ کی تعظیم ان کے احترام سے زیادہ ان کے فہم میں مضمر ہے اور یہ تحفظ بہبودی عین اللہ کی بہتر سے بہتر تیاری کے بغیر ناممکن ہے۔ اب اس بات کو دیکھیے کہ جہاز کے عرشے پر فلکی ماہر کی رہنمائی سے نماز ادا ہو رہی تھی جبکہ جہاز کے اندر میٹنگ روم میں مسلمانوں کی شبہ رگ کنگار کے ڈھکے تلے دبنے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ بحر احمر کی لہروں پر جہاز کا یہ سفر دو رات اور ایک دن جاری رہا۔ جس وقت جدہ سے یہ جہاز روانہ ہوا تھا اس وقت بالکل کی بندرگاہ سے ایک اور جہاز روانہ ہوا تھا۔ خصوصی طور پر تیار کیے گئے "کوئنسی" نامی جہاز میں امریکی صدر روزویلٹ سوار تھے۔ یہ بھی مسلمانوں کے بادشاہ کی طرف سے امریکی افسروں کی نیاز مندیاں ہو رہی تھیں، جہاز کے ہوا اور عرشے کی پرتکلف غذا میں نہایت عربی انداز میں قالین بچھا کر دسترخوان بچھے تھے اور گپ شپ کی محفلیں سج رہی تھیں۔ خدام خاص عربی وردیاں پہنے تیار کھڑے تھے جو ضرورت بخش زوائل بیٹھ کر بے فکری کے ساتھ تاش کی بازی لگا رہی تھیں۔ دوسری طرف امریکی صدر کے جہاز کی دیواروں پر لٹکے ہوئے تھے، جہاں پر

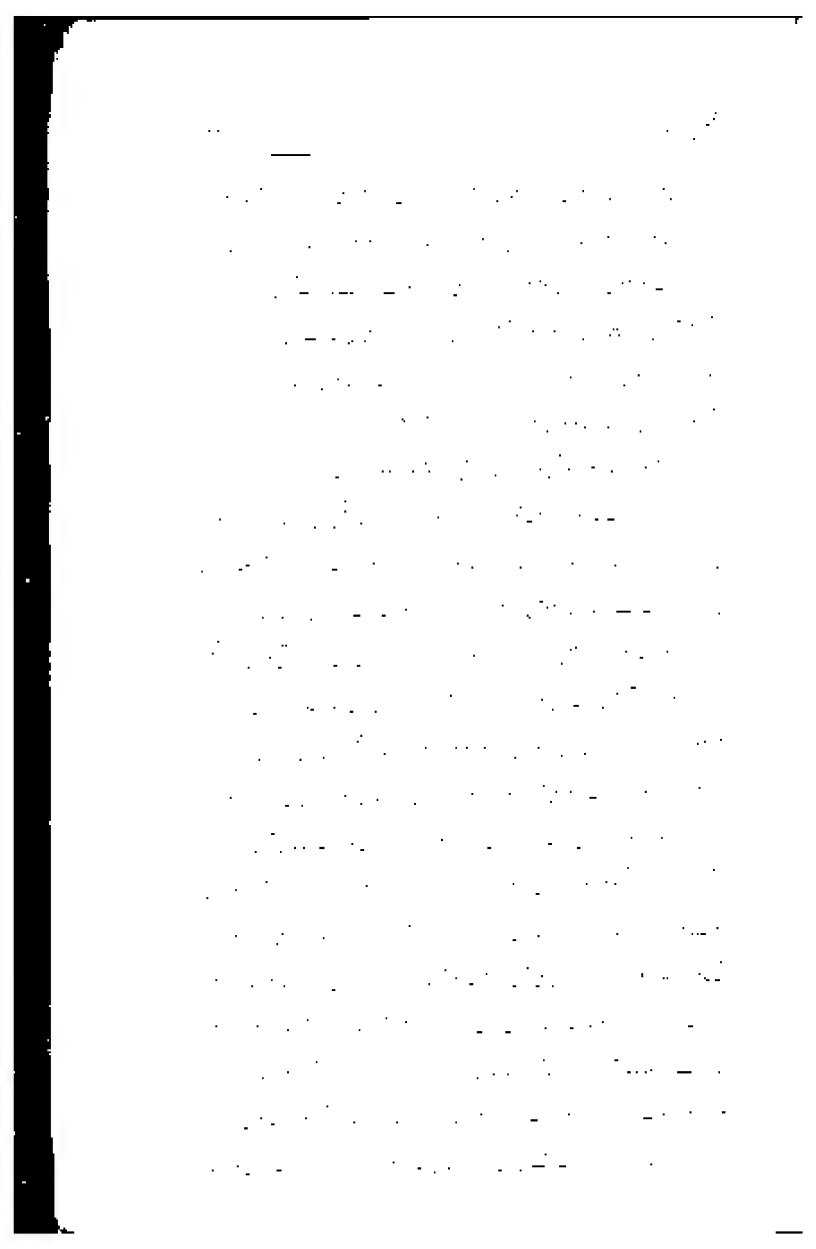

کبیا کی کہانی

لئے پرانگھن کی طرف

[illegible]

کی یہ دولت اپنے نام کرنے کے باوجود وہ اس اعزاز سے محروم رہے۔ ہوا یوں کہ مسلم اسپین کے خاتمے کے بعد پرتگال کے تاجر بحری راستوں کی دریافت کرنے کے لیے دوڑ میں شامل ہو گئے تھے۔ ایک راستہ افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف جاتا تھا۔ یہ مہم جب کوئی فریق کے آخری کنارے کے پاس پہنچی تو اسے سمندر موجزن ہونا دکھائی دیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ یہ راستہ مرکز بلندستان کو جاتے گا۔ لہٰذا اس کا نام "کیپ آف گڈ ہوپ" (عربی میں راس الرجاء، اصل ع، اردو میں "اچھی امید کا کنارہ" کہہ لیجیے) رکھ دیا گیا۔ جنوبی افریقہ کا یہ کنارہ افریقہ کے جنوب میں خشکی کا آخری حصہ ہے اس کے بعد مشرق جنوبی تب پانی ہی پانی ہے۔ یہاں تک ہندوستان کے تاجر تو سمندر آ کر ہتے ہیں اس سے آگے کا علم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس سے قبل پرتگالی جہازراں اس افریقہ کے مغربی کنارے پر واقع مالک بنیکاں تک پہنچ گئے تھے۔ یہ لوگ اس سے آگے نہ بڑھ سکے تھے۔ یہ پہلی مرتبہ تھی کہ وہ اس کنارے تک آ پہنچے تھے۔ مشہور ہے کہ یہاں پہنچ کر جب انہوں نے سمندر بہت زیادہ خراب دیکھا تو واپس لوٹ گئے۔ واپس چلنے پر اصرار کیا اور ناخدا کے قتل کی دھمکی دی۔ واسکوڈی گاما جو کہ ان تھا۔ اس نے بحری رسّوں کے نقشے ان کے سامنے پھاڑ دیے اور کہا کہ اب واپسی کا راستہ ہی میرے دشمن میں ہے۔ تم نے مجھے قتل کیا تو میرے بغیر وہاں نہ جا سکو گے۔ لاچار یہ لوگ اس کے ساتھ جانے والے عرب مسلمان بھی جو تھے۔ الغرض اس نے اس طرح سے اپنا سے جنوبی کنارے کو پار کیا۔ یہ مہم مسیحی چینل کے گزرتے ہوئے موزمبیق پہنچا۔ وہاں سے مشرق، خورگ اور ہیروں کی مرمت کا بندوبست کرکے اس نے تخت ہندوستان اور ہندوستان کی بندگاہ کالی کٹ جا اترا۔ یہ ہندوستان کی سرزمین پر غیر ملکی استعمار کا پہلا قدم تھا۔ اس کے بعد دندیری، پھر فرانسیسی، ولندیزی اور آخر میں انگریز آتے گئے جن کی مل آفرینی داستان سب کو معلوم ہے۔

امریکو سے امریکا تک۔

کولمبس کی بحری مہم کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ یورپی ہندوستان کی دریافت کی مہم پر روانہ ہوا تھا۔ اس لیے جزائر بہاماس اور جائے اترنے کے بعد وہ اس نے یہ سمجھا کہ وہ ہندوستان کے مشرقی

شخصیت کو اپنی تالیف قلب کرتے ہیں جیسے کہ عصر حاضر میں عادات کی بیماری ہوئی اور جہاں عادات کو بیماری اور برائی تک پہنچانے کے مشہور زمانہ اخلاق کے راستے سے تعلیم و تربیت کا کام لیا گیا تھا (بیماری پیدا کرنے والے علم اور بیمار علم خواہ مخواہ ہر شخص کو بیمار ثابت کرنا چاہتے ہیں، مگر ان کی تحقیق کو بھی ہم نے ایک "تحقیق" کا درجہ دے کر اس پر بھی غور کیا ہے اور ہمارے تحقیق کار اس پر بھی اپنے نکات نظر آپ کے سامنے پیش کریں گے)

مادی طور میں گرفتاری:

قرآن شریف کے مطابق ان کی پہلی کمزوری اور خرابی یہ ایک سبب تھی تھا۔ ان کی یہودی ... اخلاقی مقاصد کے لیے خرچ کرنے والوں میں سب سے آگے ہے اور یہودی تنظیموں اور مہمات کی کبھی بھی مستقل دل کھول کر میدان میں امداد نہیں پہنچتی ہے تو مسلمان کی دینی مہموں اور تنظیموں کو سب سے زیادہ اور صحیح مسلمانیت کے حوالے سے ہوتا ہے۔

یہودیوں کے خوارہ ہونے بلکہ خواری میں مبتلا ہونے کی ایک سبب یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مال کو اپنا مال سمجھتے ہیں، جو مال تو آج بھی ہیں لیکن ان کے حوصلے اور وہ بھی کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے معاملہ کرو اقوام کے ہاتھوں صدیوں تک مار کھانے کے بعد بھی اپنے مقدر پر رو رہے ہیں پھر شروع ہو گئے ہیں۔ ... عادات کا غلام بن کر رہ گئے ہیں اور وہ بھی ذلت آمیز ہوئی ہوئی ہیں ہوئے۔ انہوں نے اپنا مقصد ایسا معین اور زمین ایسا بنا لیا ہے کہ ہر افتاد کے بعد پھر از سر نو اٹھ کھڑا ہونے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ہمارے یہ کون سی قوم ایسا قصہ ہے ان کہیں ہوا تھا" ایسا ہم یہود کو دیکھ کر بھی عبرت نہ پکڑیں گے؟[1]

ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ اللہ والوں کے پیغمبروں کے "قاتل" بنے اب بنے اور پھر بھی خود کو اللہ والا ہی سمجھتے رہے۔ قرآن شریف میں ان پر الزام لگایا "سبب ہدایت" سے نکلنے کا

---

(۱) اب خان صاحب نے اپنی یہودی دشمنی کا اظہار اپنے ہی سے یہودیوں کے ہاں بنائے گئے یہودیوں سے کیا۔ مگر کیا کہا جائے؟

روم سے تل ابیب تک

[illegible]

دوسروں کی تہذیب سے تعارف:

[illegible]

مذاکرات کا جیل

[illegible] ۱۹۴۸ء میں [illegible] ۱۹۴۸ء میں [illegible] ۱۹۴۸ء میں [

۱۷ ق ۲۲

اندھے کی ریورپاں

کنٹرول حاصل کر چکے تھے اور بیرونی سے لی گئی یہودیوں کو تعمیر کر کے دنیا بھر سے پٹے ہوئے یہودیوں کو لا کر یہاں آباد کر رہے تھے۔

(۳) تیسرا حصہ یہودیوں اور فلسطینی "لواء یتزاک" القادری کے مشترکہ کنٹرول میں رہنے دیا گیا۔ قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ اس مشترکہ کنٹرول میں فلسطینی القادری کا اختیار کتنے فیصد ہوگا؟ یہ یاد رہے کہ عملی معاملات انہی کے پاس ہے۔ اس طرح سے لواء توبی اور ری زون آباد ہوتے گئے پھر اسے زون میں بھی فلسطینی القادری کو برائے نام اقتدار دیا گیا اور یوں مسلمانوں کے ان اکثریتی علاقوں پر بھی صیہونی عناصر اپنی شیطانی تدبیروں کے ذریعے قابض ہو گئے۔

ان علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد یہودیوں نے پہلا کام یہ کیا کہ فلسطینی مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ فلسطینی مسلمان رات کو چین سے سوئے صبح اٹھے تو انہیں بتایا کہ چند گلیاں پار کرنے کے بعد ان کا زیر انتظام علاقہ ختم ہو جائے گا اور آگے کے جانے کے لیے یہودی انتظامیہ سے اجازت حاصل کرنی پڑے گی۔ صورت حال یہ ہو گئی کہ ایک ہی بستی میں تین تین خطے قائم ہیں اور ایک سے دوسرے میں جانے کے لیے اجازت لینا پڑتی ہے چنانچہ اس علاقے میں صدیوں سے آباد مسلمانوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ ان میں سے اگر کوئی چند فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے اپنے کسی عزیز سے ملنے اپنے ہی ملک کے ایک حصے میں جانا چاہتا ہے تو اسے کئی چیک پوسٹوں پر گھنٹوں رکنا پڑتا ہے اور وہاں اپنی شناخت کروانی پڑتی ہے۔ فلسطینی مسلمان گزشتہ نصف صدی اس بے بسی، بے چارگی اور جبر و ستم کے عالم میں گزار رہے ہیں۔ آپ اخبارات میں اکثر پڑھتے رہتے ہوں گے کہ اسرائیلی فوج فلسطینی مسلمانوں کے علاقے میں گھس گئے۔ اس سے مراد اسے زون نامی وہ چھوٹا سا علاقہ ہے جہاں فلسطینی محصور ہو کر اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام گزار رہے ہیں۔ اسرائیلی افواج اپنے زیر کنٹرول علاقہ فی زون سے نکل کر دندناتے ہوئے اسے زون میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس فلسطینی مسلمانوں کے قتل عام سے جب ان کا جی بھر جاتا ہے تو امریکا کے "مطالبے" پر وہ اپنے خیموں کو واپس اپنے زیر انتظام علاقے میں لے جاتے ہیں۔ اس اخبار کا نمائندہ رپورٹ کرتا ہے

خلاف غم وغصہ کی لہر کو بھی دبا لیتے ہیں اور اس "احسان" کے عوض اپنے مطالبات منوانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

یہود کا مسخرہ پن اور رذیل حرکتیں ایسی ہیں جنہوں نے ان کو مردود اور ملعون بنا کے چھوڑا ہے۔ مثلاً قرآن شریف میں آتا ہے کہ ان کو حکم ملا تھا کہ یہ ایک آبادی میں اس حالت میں داخل ہوں کہ استغفار کے الفاظ زبان پر جاری ہوں اور عجز و ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں۔ ان بدبختوں نے یہ کیا کہ استغفار کے الفاظ کو بدل کر کچھ کا کچھ بڑبڑانے لگے اور سر جھکا کر ندامت کے اظہار کی بجائے چوتڑوں کے بل گھسٹ کر شہر میں داخل ہوئے۔ ایسی کمینہ حرکات کی بنا پر ان پر عذاب نازل ہوتا رہا ہے لیکن اس سے ان کی آنکھیں نہیں کھلیں اور وہ آج بھی اس طرح کی نیچ عادتیں اپنائے ہوئے ہیں۔ مثلاً آپ نے سنا ہوگا کہ امریکا اور مغربی ممالک کے دباؤ پر اسرائیل فلسطینی مسلمانوں کا اتنے مربع کلومیٹر علاقہ خالی کرنے پر تیار ہو گیا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ یہودی گماشتے اپنے زیر قبضہ علاقوں میں رکھی گئی اینٹیں یا دیگر علامات اٹھا کر ایک فٹ پیچھے کر لیتے ہیں اس طرح ایک فٹ کی چاروں طرف پٹی سے "خالی کردہ علاقہ" کئی سو گز بلکہ مربع میل بن جاتا ہے۔ اس کو وہ انخلا سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی یہ مضحکہ خیز حرکات زمین والوں سے مخفی ہیں لیکن آسمان میں ایک ذات ایسی ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور وہ ہر چیز کا حساب جلد یا بدیر ضرور لے گا۔

دو تکونیں ایک کہانی

زاہد رحمان ایبروز

[illegible] فلسطین [illegible]

فلسطینی مجاہد کے ساتھ ایک شام

سے تحفظ، ہندوؤں کو اپنے تجربات سے مدد دیتے تھے مگر بہار حملوں نے ان کی سمی گم کر دی ہے۔ اس کے تحفظ تحلیل کو اس سے اتنا زبردست خطرناک لگا ہے کہ وہ بکا بکا رہ گئے ہیں۔ وہ اب یہ ہتھیار نہیں قابل شکست ہے کہ اس کے سامنے یہودیوں کے مہلک ہیبائی اور حیاتیاتی ہتھیار بھی ناکارہ ہیں۔ اب میں آپ کے اصل سوال کی طرف آتا ہوں۔

عام مسلمان ہمارے حملوں کی کامیابی کی خبریں کر خوش ہوتے ہیں لیکن اس اندیشے سے دل مسوس کر رہ جاتے ہیں کہ اب وحشی سرخ بلی شیری "ہادی" کو نشانہ بنائیں گے اور نتیجے مسلمان زخمی، معذور یا شہید ہوں گے جو زندہ بچیں گے ان کا سر داغ چکا ہوگا اور ان کا لکھا ہاتھ ڈوبا جا چکا ہوگا۔ یہ باتیں بظاہر درست ہیں کہ ہر حملہ کو مسلمان ان سے تسلیم و رنجیدہ ہوتا ہے لیکن ہمارے بھائیوں کو یہ حقیقت جاننی چاہیے کہ تحریک انتفاضہ (عربی میں حرکت، بیداری اور انقلاب کو انتفاضہ کہتے ہیں) شروع ہونے سے قبل ہماری بے سروسامانی کے سبب فریقین کے جانی نقصان کا تناسب ایک یہودی کے مقابلے میں دس مسلمان کا تھا۔ اس کو یہودی میڈیا فخر سے بیان کرتا تھا۔ اس عرصے میں جب ہم مسلمانوں نے مظلومیت کی حالت میں جان دی جب سے انتفاضہ شروع ہوئی یہ تناسب گھٹ کر ایک اور تین پر آ گیا ہے۔ اب تین مسلمانوں کی جان لینے پر یہودیوں کو اپنی ایک جان کھانی پڑتی ہے۔ ہر طرح کے وسائل سے مالا مال یہودیوں کے مقابلے میں یہ تناسب اتنا قابل رشک بھی نہیں بلکہ یہ ہماری کامیابی ہے کہ ہم اپنا نقصان ایک تباہی کن اکر یہودیوں کے نقصان میں مسلسل اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ ہم سے ہر اوطن، گھر بار، مال و اسباب اور جان و آبرو تو پہلے ہی لٹی تھی اور یہودی ہمیں لاشوں کا تحفہ دے کر فلسطین تھپنے پر تلے ہوئے تھے اب ہم نے فیصلہ کرنا تھا کہ یہودیت کو چکا جائے کہ اس دنیا سے جائیں یا ان کے گھر بسنے جانے دیں۔ سو ہم نے خوب سوچ سمجھ کر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ ان لیے۔ اسلام کی گہری آنکھوں کی خوبصورت چمک مزید روشن ہوگئی اور وہ اپنے مخصوص لہجے میں اپنی بات میں وزن ڈال کر بولا: اس واسطے آپ لوگ ہم سے آنسوؤں کے ذریعے ہمدردی نہ کیا کریں۔ ہم نے یہ

تجمی نسل کا عرب خسران

اے میری قوم کے لوگو!

آپ [illegible] ہے

[illegible]

۵۔ ابن ابی لیلیٰ اور ان کا حافظہ

لیے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جس نے آدمی کو مارا ہے اور اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی خوشی کے لیے کفارہ ادا کرتا ہے اور اس کے بعد وہ اس کے ورثاء کو دیت ادا کرتا ہے تو اس کے لیے جنت ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی قوم کی امداد میں آنے والے فرشتوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے ہم وطنوں کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں یقین دلایا کہ اللہ ان کی مدد کرے گا۔ انہوں نے اپنی قوم کی ان کمزوریوں کا ذکر کیا جن کی وجہ سے وہ اللہ کی مدد سے محروم ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو یاد دلایا کہ وہ اللہ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کو یہ بھی

[illegible]

دو انوکھی مثالیں

سے زائد ان کتب کا خلاصہ اور مصداق ہیں جو ان کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ انہیں نقل کرنے کی غرض یہ ہے کہ حضرت مہدی کا مقصد ظہور جہاد کے ذریعے اسلام کا غلبہ ہوگا۔ جو شخص مہدی ہونے کا دعویٰ کرے اور شہیدوں کے ذریعے جہاد کے علاوہ کسی اور بات پر لوگوں کو جمع کرے یا اپنی کرشماتی شخصیت بنا کر لوگوں کی عقیدت کا رخ دین کی بجائے اپنی ذات کی طرف موڑے، وہ کذاب اعور ہے اور جو شخص عالم اسلام کے رہنماؤں سے بیزار ہو کر اسلام کے غلبے کے لیے کسی تائید کی خواہش رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرے، جہاد سے وابستہ رہے، اپنی نسلوں میں اس مبارک فریضے کو زندہ کرے، ان شاء اللہ ان فضائل سے کسی نہ کسی حد تک حصہ پالے گا جو حضرت مہدی کے ساتھ مل کر دجال اکبر سے لڑنے والے مجاہدین کو حاصل ہوں گے۔ مہدی منتظر کے ظہور کی بحث، قوت عمل اور جد و جہد کو مشکل چھوڑ کر آسمان کی سمت نظریں لگانے اور کسی خود رو انقلاب کے انتظار میں دنیا پر حق میں لگے رہنے کا بہانہ نہیں، یہ تو جد و جہد پر استقامت اور آخرت کی تیاری کی ترغیب ہے۔

اب ہم اس بات کی طرف لوٹ چلتے ہیں جس سے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ اللہ رب العزت کی عادت مبارکہ ہے کہ نیکی یا بدی کے اجر یا سزا کو اس کے مشابہ بناتے ہیں تاکہ ان کا انعام بدلے کی قربانی اور ایثار کے مطابق ہو جائے۔ نواسۂ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ و ارضاہ نے امت کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے لیے بے مثال تواضع و ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ ان کا یہ عمل امت کی وحدت کے لیے انجام دیا گیا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کے نتیجے میں بہت سی قیمتی جانیں، اموال، اوقات اور وسائل بچ گئے اور اسلام اور مسلمانوں کے فائدے میں استعمال ہوئے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا یہ صلہ دیا کہ ان کی اولاد میں ایسے شخص کو پیدا کریں گے جس کی قیادت میں امت ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائے گی، اس کے ذریعے پورے کرۂ ارض پر نظام خلافت قائم ہوگا اور امت میں ایسا اتحاد و اتفاق دیکھنے میں آئے گا جو بے مثال اور عدیم النظیر ہوگا۔

بہت سے خیالات کو اس سچ کی حقیقت کی یاد دلاتی ہیں جو آج کل ہونے والے دہشت گردوں کے حملے سے بچ کر صحیح سالم آسمانوں پر جا چکا اور پھر واپس آ کر انہیں تبلیغ کرتا صرف اللہ کے پیارے بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انوکھی خصوصیت ہے۔ یہود عالمی اللہ اور کو اپنی وراثت گردانتے ہوئے مسیح (دجال اکبر ان کا مسیحا ہے) کے ظہور کے لیے کتنی بھی سرگرمی دکھائیں لیکن درحقیقت وہ اپنے حتمی انجام بکار کے لیے اسرائیل میں جمع ہوئے ہیں اور ان کا انجام کار وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء میں بیان کیا ہے: "اور جس بستی کو ہم برباد کر دیں یہ ممکن نہیں کہ وہ دنیا میں پھر پلٹ سکے۔" (الانبیاء ۹۵) اسرائیل اور امت مسلمہ کے مابین کشمکش دراصل عہد حاضر کی امت مسلمہ اور سابقہ امت مسلمہ جو اپنے منصب سے معزول ہو چکی ہے، کے درمیان وہ معرکہ ہے جس میں استقامت دکھانے والے ہی سرخرو ہوں گے۔

صدر پاکستان نے پچھلے ہفتے لاہور کے گورنر ہاؤس میں ایڈیٹروں اور کالم نگاروں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا ایشو امریکی خوشنودی کے لیے نہیں اٹھایا گیا بلکہ اس کا مقصد اسرائیل اور بھارت کے درمیان بڑھتے ہوئے فوجی تعلقات کو حدیں رکھنے کے لیے قومی ذہن کو تحریک دینا تھا۔ یہ "تحریک" انتہائی عجیب اور غریب ہے۔ جب یہود نے "میثاق مدینہ" کے عنوان سے عہد باندھ کر لینے کے باوجود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی ریاست سے غداری کی، ان کے دشمنوں کو اکٹھا کر کے ان پر چڑھا لائے تو وہ آج ہماری طرف سے اسے یکطرفہ تسلیم کر لینے سے کس طرح ہمیں بخشے اور ہمارے دشمنوں سے تعلقات کم کرنے پر راضی ہو جائیں گے؟؟؟ ہم نے خود کو امریکا کا باضابطہ حلیف ثابت کرنے کے لیے کیا نہیں کیا؟ کیا اس نے بھارت سے فوجی تعلقات کم کر دیے ہیں؟ اگر ہم بیرونی خطرات کے تحت اپنے اس تاریخی دشمن کی ریاست کو سند تسلیم عطا کر دیں تو کیا وہ ان قادیانی، بہائی اور آغا خانی یہودیوں کو واپس بلا لے گا جو اس نے اپنے ہاں پال کر ہمارے یہاں چھوڑ رکھے ہیں؟ خدارا! اے اہل فکر و نظر! اے ملک کے عقلا! اس بات کو سمجھیے کہ یہود کا علاج بالمثل نہیں، بالضد ہوتا ہے۔

تلاش کا سفر

شہرت کی خواہش انسان کی فطرت میں پائی جاتی ہے۔ یہ وہ حقیقت انسان کے لیے آزمائش ہے کہ وہ دنیاوی مفادات کی خواہش کی طرح اس پر قابو پاتا ہے یا اسے مغلوب ہو کر اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بعض صوفیاء رام جوگیوں کے باطن کو کھلنے والے اس مرض کی پہچان اور علاج سے واقف ہوتے ہیں ان کی اصطلاح میں اس کو "حب جاہ" کہتے ہیں۔ حب تصوف میں دیگر روحانی امراض کی طرح اس مرض کی وجوہات، اسباب، نقصانات اور درمان تفصیل سے تحریر ہے۔ تصوف دراصل نام ہی اس علم کا ہے کہ انسان کا دل کن کن باطنی امراض کا شکار ہوتا ہے ان کی صحیح صحیح تشخیص کی جائے کیا چیز ہے اور کون کون سی وجوہات ہیں اور کیفیتیں اوصاف انسان کے اندر کس طرح میں پائے جاتے ہیں کہ جن سے ان امراض کا حل یا علاج ہو جائے۔ اہل تصوف کے یہاں مروج تمام افکار، افکار اور اشغال کا مقصد یہی ہے۔ جو کچھ علم اور عبادات تصوف کے ذیل میں انہوں نے تصوف کو اس تصوف سے سمجھا ہی نہیں ہوتا یا اس کی کڑی عملی پابندی کرتے ہیں تصوف کا مقصد ہی فوت کر دیتے ہیں۔ خواجہ غریب نواز نے ہندوستان کی سرزمین کا انتخاب کیا تو اپنے ساتھ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ساتھ اپنے چاہنے والوں کی جماعت کو بھی لیتے آئے اور اجمیر میں بیٹھ کر یہ تربیت دیتے رہے۔

حب جاہ کا مرض بڑی نازک شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے لیکن اس مرض کی سب سے خطرناک صورت یہ ہے کہ انسان خود میں (یعنی نفس مضمون) کی نظر میں تبدیلیاں پسندیدگی کا خواہش مند ہو جائے۔ دوسرے لوگ اس کی تعریف کریں اس کو عقیدت کی نظر سے دیکھیں اس کے ہاتھ چومیں اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں اس کے ہاتھ پر بیعت کریں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔ اس کی خدمت کو اپنا فرض سمجھیں۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن سے اولیاء کرام کی روایات سے انحراف کی

گروپ لیڈر تھا۔ اپنے شوق اور لگن کے سبب ترقی کرتے کرتے صیہون کی "صلیب احمر" (ریڈ کراس) کا سربراہ بن گیا۔ بنگلہ دیش کے قیام میں اس نے بہت سے کیمپ قائم فرمائش خدمات انجام دیں۔ جب جرمنی میں یہودیوں پر نازی ازم کا کوڑا برس رہا تھا تو اس شخص نے حقوق کی کیسوں سے یہودیوں کو بچا بچا کر نکالنے میں اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ وہ چونکہ یہودیوں کا مظلوم سمجھتا تھا اس لیے اپنی جان پر کھیل کر ہٹلر کی یہودیوں کو موت کے منہ سے نکال کر محفوظ مقامات تک پہنچاتا رہا۔ اس طرح اسے یہودیوں نے اپنا محسن قرار دیا اور یہ غیر یہودی شخص یہودیوں کے ہاں بہت معتبر بن گیا مگر اسے خبر نہ تھی کہ اس کے سامنے معصومیت، معقولیت پسندی اور شرافت کا روپ بھرنے والے یہودی ایک دن بالکل عفریت بن کر اس سے چمٹ جائیں گے اور اس کی جان لے کر چھوڑیں گے۔ ۲۰ مئی ۱۹۹۷ء کو اسے اقوام متحدہ کی طرف سے اسرائیل اور عربوں کے درمیان ثالث بنا کر بھیجا گیا۔ یہودیوں نے اس کا یہ جوش خیر مقدم کیا اور ان کی طرف سے اس تقرری پر خوب خوشی کا اظہار کیا گیا۔ برناڈاٹ نے اپنی سعی جمیل اور امن پسند طبیعت کے پیش نظر آتے ہی صیہونی مہاجنوں پر لٹتے فلسطینیوں کے درمیان توازن برقرار رکھنے کے لیے اپنے پورے تدبر، امکانات استعمال کیے اور شر پسندی کو محدود سے محدود تر کرنے کی اپنی سی کوشش کی۔ اس نے فلسطین کے طائرانہ تفصیل سے جائزہ لیا اور ۱۵ ستمبر کو "برناڈاٹ پلان" پیش کیا۔ یہ پلان بھی اس کی منصف مزاجی اور صلح پسندی کا آئینہ دار تھا لیکن "ویقتلون النبیین بغیر الحق ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس" (اور جو انصاف کا فیصلہ دینے والوں کو قتل کرتے ہیں) کے مصداق اس نے قتل کا پروانہ پانے والا اس نے تجویز دی کہ:

"اگر صیہونیوں کو اسرائیلیت کے نام پر فلسطین کا کوئی حصہ دیا جائے تو ضروری ہے کہ ساتھ ساتھ فلسطینیوں کو بھی وہ علاقے دیے جائیں۔ اس لیے کہ اگر مقبوضہ میں جب بھی یہودی یا فلسطینی میں اپنے گھروں کو لوٹ سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ اگر وہ فلسطین میں دوبارہ واپس آنا چاہیں تو ان کی واپسی میں روکنے کے عوض اور بالکل انہیں معقول معاوضہ ادا کرے گا۔"

حالانکہ اس پلان کا یہ تھا کہ کوئی فلسطینی مسلمان کسی بھی وقت یہ حق رکھتا ہے کہ یا تو فلسطین

[illegible]

بچھوؤں کا ایکا

بچھو کے محقق ماہرین حیوانات نے لکھا ہے کہ اس کی پیدائش اس کی فطرت کے مطابق ہوتی ہے یعنی یہ جس طرح ساری عمر اپنے پرائے، دوست دشمن کی تمیز کے بغیر مخلوق خدا کو ڈستا رہتا ہے اسی طرح بوقت پیدائش مادہ بچھو کے پیٹ میں موجود ننھے ننھے جاندار بھی اس کی طرح جھٹ لینے کی بجائے اس کا پیٹ چیر کر باہر آتے ہیں۔ چنانچہ پھر وہ ساری عمر اس حرکت بد کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں جو دنیا میں آتے ہی محسن کشی کی بدترین شکل میں ان سے سرزد ہوئی تھی۔ انسانوں کی عادات پر اس حوالے سے غور کیا جائے تو نسل انسانی کے دو گروہ یہود و ہنود سے داور سرخ بچھوؤں کی جوڑی دکھائی دیتے ہیں۔ امریکا نے یہودیوں کی جس قدر حمایت کی اور اس کی خاطر اپنے ایسے انسانیت کش اقدامات کیے کہ آج وہ کرۂ ارض پر سب سے زیادہ نفرت کیے جانے والا ملک ہے لیکن اس کے عوض یہودیت اس کے ساتھ کیا کرتی رہی؟ یہ بڑی دلچسپ داستان ہے جس کا تذکرہ ہم "آپریشن سوزنا" اور "لبرٹی" پر حملے کے حوالے سے کریں گے۔

پچھلی صدی کی چھٹی دہائی میں جب اسرائیل تازہ تازہ صفحۂ ہستی پر نمودار ہوا تھا مصر میں جمال عبدالناصر کی قوم الدین کی تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ اسرائیل اس سے حد درجہ خائف تھا اور اس کی خواہش تھی کہ مصر سے خوفزدہ کیا جائے امریکا کو اس سے بگاڑ دیا جائے۔ اس کے لیے اس نے دقیانوسی حربے سے دہشت گردی عیارانہ اور انسانیت و اخلاق سے گری ہوئی حرکتیں کیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دونوں بری طرح ناکام ہوگئیں اور اسرائیل بہت ہی شرمناک انداز میں بے نقاب ہوا۔

ان میں سے پہلا منصوبہ "آپریشن سوزنا" کا تھا جو ۱۹۵۴ء میں ترتیب دیا گیا۔ یہ اسرائیلی حکومت کی طرف سے امریکا کے خلاف خفیہ دہشت گردی کا منصوبہ تھا جس کے مطابق مصر میں

دوسرا جملہ کچھ اس طرح ہونا چاہیے۔

"پانچ لیبیا سے زبردستی استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا کیونکہ اس کو امریکا کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیوں کی سرپرستی کرتے ہوئے پکڑ لیا گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ امریکا کو اسرائیل کے دشمن پر حملے کرنے کے لیے کہا جائے۔"

اس ناکام سازش میں اسرائیلی وزیر دفاع کو امریکا کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیوں کی سرپرستی کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود امریکی حکومت نے جوابی ردعمل کے طور پر اس ایب کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی حتیٰ کہ اس سے سفارتی تعلقات بھی نہ توڑے بلکہ اس کی تاریخ ذکر کی اس نوعیت میں کسی تک کی کوئی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔

سیاہ بچھو کے نیلی نظرت بد سے باز نہ آنے کی دوسری مثال "لبرٹی" پر دہشت گردانہ حملہ ہے۔ یو ایس لبرٹی امریکا کا ضخیم جاسوسی بحری جہاز تھا جو ۱۹۶۷ء کی چھ روزہ جنگ میں اسرائیل کے تحفظ کے لیے بحر احمر میں تعینات کیا گیا تھا۔ ۸ جون ۱۹۶۷ء کو چند اسرائیلی لڑاکا طیارے جن پر سے شناختی نشان مٹا کر ان کا رنگ تبدیل کر دیا گیا تھا، یو ایس لبرٹی پر حملہ آور ہو گئے۔ ان کا ساتھ دینے کے لیے چند غیر نشان شدہ تارپیڈو کشتیاں بھی اپنے اس محافظ پر تعینات اور دو گھنٹے میں ۳۳ "قیمتی" امریکی جانیں تلف ہونے کے نتیجہ آٹھ امریکی زخمی ہو گئے۔ یہودی جو بازوں نے سب سے پہلے لبرٹی کے ریڈیو ٹاور پر حملہ کیا تا کہ امریکا کے چھٹے بحری بیڑے کو علم ہو سکے کہ یہ کارستانی ان کے پروردہ کلون بچھو کر رہا ہے۔ نشانات سے خالی مگ طیارے اس وقت تک خوفناک انداز میں اپنی مدد کو آئے ہوئے امریکیوں پر بمباری کرتے رہے جب تک انہیں اطمینان نہ ہو گیا۔ بقیہ کسر تارپیڈو کشتیوں نے پوری کی اور ان امریکی سپاہیوں کو بھی نہ بخشا جو حفاظتی کشتیوں کے ذریعے جان بچا کر فرار ہو رہے تھے۔ اسرائیلی کشتیوں پر نصب مشین گنوں سے نکلنے والی گولیاں ان امریکی فوجیوں کو چھلنی کرتی رہیں تا کہ دنیا کو باخبر کرنے کے لیے کوئی بھی روح زندہ نہ بچے اور "مصر" کی یہ دہشت گردی امریکا کو غضبناک کرنے کے لیے کافی ہو جائے۔ اسرائیلی اسے "ایرر" کا مکمل نام دیتے ہیں لیکن اس موقع پر جہاز کے کپتان اور اس کے معاون عملے

فضا کو آلودہ کرنے والے ۱۰ ممالک میں شامل ہے۔ امریکہ میں ۳۵ ارب ٹن کوئلہ سالانہ پیدا ہوتا ہے جو آج سے ۳۵ سال بعد ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد امریکہ کے پاس کوئلہ نہیں ہوگا۔

امریکی حکومت پر یہودیت کے غلبہ کا یہ عالم ہے کہ ایوان نمائندگان کے ۴۳۵ ارکان میں سے ۴۰ یہودی ہیں۔ ۱۰۰ رکنی سینیٹ میں ۱۱ یہودی ہیں۔ ۹ رکنی سپریم کورٹ میں ۲ یہودی ہیں۔ امریکہ کے سب سے بڑے ۱۰ اخبارات کے مالکان یہودی ہیں۔ ۱۰ بڑے ٹیلی ویژن نیٹ ورک یہودیوں کے ہیں۔ امریکی یونیورسٹیوں میں یہودی پروفیسروں کی تعداد ۱۰ فیصد ہے۔ امریکہ کی ۱۰ بڑی فلم کمپنیوں کے مالک یہودی ہیں۔ امریکہ کے ۱۰ بڑے بینکوں کے مالک یہودی ہیں۔ یہ صرف اس لیے کہ یہودی امریکی عیسائیوں کو بیوقوف بنانے میں ماہر ہیں۔ یہ صرف اس لیے کہ یہودی امریکی عیسائیوں کو بیوقوف بنانے میں ماہر ہیں۔

یہ ہے وہ انصاف جسے امریکا دنیا پر مسلط کرنے چلا ہے۔ امریکا میں تیسری دنیا کے ممالک، یا مختلف امریکی مسلمانوں پر دہشت گردی کرنے والے امریکی حکام کو پتہ ہونا چاہیے کہ وہ یہودی امریکی حکام کی دہشت گردی کے خلاف نہیں ہو سکتے۔ جب تک امریکی حکام یہودی دہشت گردوں کے خلاف کارروائی نہیں کرتے، امریکا کے خلاف کارروائی کرنے والے امریکا کے دشمن نہیں ہو سکتے۔ یہ امریکا کے خلاف کارروائی کرنے والے یہودی امریکی قانون سے بچ نہیں سکتے۔ ان کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ جب تک امریکی حکام یہودی دہشت گردوں کو گرفتار نہیں کرتے، یہودی غیر امریکی پر امن مسلمانوں کو گرفتار کرتے رہیں گے۔ یہ یہودی امریکی حکام کے منہ سے نکلتے ہیں تو انہیں یہودی پریس نے زمانہ تک ٹکے سے کون بچا سکتا ہے۔ امریکا یہودی کی جنت ہے تو یہاں کے یہودی دہشت گرد بھی اسی جنت کے باسی ہیں۔ یہودی دہشت گردوں سے ان کے خلاف کارروائی کرنا تو دور کی بات ہے، ان سے تو جھوٹا تعلق ظاہر کرنے پر بھی امریکی قوانین اس طرح حرکت میں آجاتے ہیں جیسے کوئی بہت بڑا جرم ہو گیا ہو۔

بیمار چہروں والا آدمی

تھی کہ وہ خالی ہاتھ فلسطینی نوجوانوں کو ہیلی کاپٹروں سے برسنے والے راکٹوں اور ٹینکوں کے دہانے کھلنے کے باوجود آگے بڑھتے دیکھتا تھا۔ کسی قوم کی تاریخ کی کتاب میں لکھے ہوئے یہ صفحات منتقل ہونے والے رازوں میں ان کا شمار تھا اور وہ کسی دعوے یا حربی قوت کے بغیر ان کا خاکہ تحریر کر رہا تھا۔

ہوائی اڈے کی عمارتوں سے ملحق مسجد میں ایک نہتا پادہ اور کمزور سا یہودی گھس آیا۔ یہ یہودیوں کے اس فرقے سے تعلق رکھتا تھا جو تین رات پہلی ہوائی چھتری سے زیادہ بہادر اور زندگی کے بارے میں زیادہ معقول نقطۂ نظر کے ہوتے ہیں۔ ان سے عام یہودی بھی کھنچے کھنچے رہتے ہیں۔ اس یہودی کے ہاتھ میں اپنی خلوصیت کی پہچان اور فلسطینی مسلمانوں کی بے بسی کے سبب کچھ زیادہ ہی جرأت ہو گئی تھی۔ اس نے مسجد میں گھستے ہی زور سے اعلان کیا کہ ہر پلک جھپکنے میں کئی نمازی اپنے رب سے جا ملے۔ متعدد شدید زخمی ہو کے مسجد کا فرش خون سے تر کر گئے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ کب یہ کیا آفت ٹوٹ پڑی اور اس شیطان صفت یہودی کو آخر کیوں معلوم ہوا کہ مسجد کا فرش خون سے دھویا جا رہا تھا۔ کسی مذبح خانے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ سب کی آنکھیں نہ سہنے سے نم تھیں کہ ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس نے چیخ چیخ کر پوری قوم کی دنیا کے سامنے تحقیر کی۔ آہ و بکا اور غم و غیظ کے آثار تھے۔ یہ نوجوان کئی عمر میں تھا۔ بے بسی کا احساس اسے ہر دم حزیں بنائے رکھتا تھا۔ اس نے بھی سچ مچ یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی قوم کو یہودیوں کے ہاتھ ہر پڑنے والے مرنے جیسا کچھ نہ رہنے دے گا کہ بعد کو کوئی یہودی مسلمانوں کی عبادت گاہ میں گھسنے سے پہلے اپنے انجام کو سوچ لے۔

اوسلو امن معاہدہ کے طے ہونے پر انتفادہ کے راستے پر گامزن نوجوان قیادت نے اس کے جذبے کی لاج رکھی اور ایک وقت ایسا آیا کہ اسرائیلی مزاحمت سے کراہ اٹھے اور اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف تک اس کے نام سے خوف کھاتے تھے۔ اس کے کارنامے سنتے نفلی عبادت گزار اور نیک صالح ہوتے تھے کہ یہودی لابیوں نے اس کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا۔ اسے یہودی مذہب کا دشمن قرار دلوایا۔ اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ "ہزار پھروں والا آدمی" ہے جو ایک وقت کئی محاذ کھولتا ہے۔ کیسے اور کیوں؟ اس کے متعلق کسی کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔

فلیش پوائنٹ

"آپ اور میں کو ہم لیے لفظ کہتے ہیں۔"

"معاف کیجیے! میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ ویسے کچھ لفظ ہوتے جاتے ہیں لکھے نہیں جاتے۔"

"مجھے معلوم ہے آپ ایسے ہی چکر دیتے ہیں۔ اصل بات میں یہ پوچھ رہا تھا کہ آپ کے پاس نیا الیف ہی موجود ہے یا پرانا فلیش پوائنٹ لکھتے رہتے ہیں؟"

"جب ایسے خیال میں بہت اہم فلیش پوائنٹ ہے جہاں کھڑے ہو کے ان جنگ کے شعلے تیسری اور عظیم تر عالمی جنگ (ایٹمی کھوپی آمریہ (ان) کی شکل اختیار کر سکتے۔ اللہ کرے ان جنگ باز لوگوں کے بارے میں یہ دعا ہی سب آگ بجھا دے۔"

"یہ مطلب ہے!"

"مطلب یہ کہ مشرق وسطیٰ میں ایک زبردست قسم کا بم گرے اور پوری خلیج ہو کر اس کے نتیجے میں عالمگیر جنگ چھڑ جائے اور اس سارے عرب ملکوں اور پھر سارے مسلمان ملکوں پر قابو پانے کی کوشش کرے گا۔ تاکہ وہ اپنی دولت اور تیل کے ذخیروں کے بیرونی ڈالر ریزرو میں بدل جائے۔ کتب دعوی پر مبنی ہوں گے۔ سچ دجال کی دنیا پر اس کا قبضہ ہی سچائی ہوگا۔ یہ ساری جنگیں ہیں جسے علامات کے زمانے دنیا بھر کے ٹی وی چینلوں پر دکھایا جائے گا۔ اس صرف ایک سال کا وقفہ باقی ہے مہدی امام کی آمد کی "عظیم عالمی جنگ" کے لیے اسٹیج کی مکمل تیاری کے لیے اس ایک سال کا وقفہ باقی ہے اور یہ ایک تاریخی زمین پر جہاں کی بربادی کے لیے ایک عبرت کا نشان قیامت تک یہ جزیرہ نما ایک خاموش چلتی پھرتی زندگی کا حامل

"یہ یہودی" دجالی" پروپیگنڈہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ نقصان کے بعد دوسرا دیکھیں تو ایسا کبھی نہ کہیں گے۔ ندوانی حملوں سے پہلے روایتی حملوں میں فریقین کے جانی نقصان کا تناسب ایک اور دس تھا۔ اب یہ گھٹ کر ایک اور تین رہ گیا ہے اور جس دن ندوانی بمباری ان عمارتوں کی تکنیک کو بھی بدت جدید تر کرنے میں کامیاب ہو گئے اس دن یہ تناسب تین اور ایک اور پھر دس اور ایک بھی ہو سکتا ہے۔ ماں نقصان تو کچھ یہودیوں کا جو حال ہے اس کو تو تصور بھی مشکل ہے۔ مسلمان کا آپ گھر گرا دیں گے مگر کچھ یہودی ذہنیوں کی پوری کی پوری تعمیر کا خریطہ ہاتھ سے گر گر جاتا ہے۔ اس بات پر ہے کہ وہ یہودی "نہ یا ممکن" جیسے واقعات میں مسلمانوں کا ہتھیاری عمل عام کرتے تھے تو اس کا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے۔ اب جب وہ مسلمان آبادیوں کے خلاف دفاعی کارروائی کرتے ہیں تو اسے حقیقت سے بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں تاکہ مسلمان رائے عامہ مسلمان نوجوانوں کو سمجھائیں کہ تم یہودیوں کو چھیڑ کر اپنی معیشت (جو کہ درحقیقت یہودیوں کی شہ رگ ہوتی ہے) کو اور مذمت دو۔"

آپ خود ہی وکالت کرتے ہیں اس کو نہیں دیکھتے کہ اس میں کتنے مارے جاتے ہیں۔"

"دیکھیے! اس موضوع کو خواہ مخواہ نہ کریدیے۔ یہ وہ جن ہے جس نے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستان کا رخ کیا اور آج جہاں میں ۔ آپ کہتے ہیں یہاں ہر طرف مسلمان ہی ہوتی دھجیاں اور مذمتی ہوئی چیزیاں نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ آنے والی نسلیں یہ کہیں گی کہ بھارت میں فلاں جگہ پاکستان کے جاسوس پکڑے گئے۔ کسی ایک آدمی کے پکڑے جانے سے کتنا زبردست نقصان ہوتا ہے جبکہ ندوانی حملوں میں ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پھر آپ بے گناہوں کو کہتے ہیں؟ ان یہودیوں کو جو دنیا بھر سے دجال کے استقبال کے لیے ارض موعود میں ایک فلیٹ رکھنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ ان کے من حیث القوم جرم اٹھاتے ہیں کہ اب ان کا کوئی فرد بے گناہ نہیں۔ کوئی اصل مجرم ہے کوئی اس کا معاون۔ پھر یہ اصول یاد رہنا چاہیے کہ اقتدار اصل مقصود ہوتا ہے تعلیم اور تعلیمی چیزوں کا نہیں۔ اصل حملہ دشمن پر ہوتا ہے دشمن میں کوئی بے گناہ رہ جائے تو اس کی ذمہ داری جنگ جو ہتھیار پر ڈالیں۔"

ہو گئیں، اگلی سے اگلی نسلیں بھی اس کا خمیازہ بھگتتی ہیں۔"

"چچا جان! بات تو بتائیے، القدس کی تسخیر کہاں سے حاصل ہوتی ہے؟"

"یہ سب خوب مؤمن بندوں کے تقویٰ کی برکات ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ ہماری تمام کے لیے اختیار میں چل سکتا۔ خوب مؤمن بنے بغیر کوئی بھی تسخیر نہیں ہوتی۔ لیکن ہم نے تسخیریں ہوتے دیکھی ہیں۔"

"چچا جان! تو کیسی؟"

"یہ اول مشکل کا مشکل ہے۔ ہمیں ہماری سامنے کھڑی اپنی فکر اور قیادت کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ اپنی ہی اس اندرونی کمزوری کا مقابلہ کرنا تھا جو ہماری سرداری اور حکمرانوں کی روایتی امارت کا نشان ہے۔ پھر اس میں اسراف کی بھی تیزت مزاج ہوتی ہے، جنوں کی عزت کی خاطر محبت کا جذبہ ہو، تو پھیلیں یہ دونوں چیزیں ہے کہ ایمان کو کمزور کرتے ہیں۔"

۱۰ وادی پتھر کی مار

میں خود ساختہ مسکراہٹ کی نحوست چہرے پر جمائے نظر آئیں گے۔ فلسطین پر غاصبانہ قبضے سے آج تک کے پچاس سال سے زائد عرصہ میں یہودی دہشت گردوں نے لاتعداد مسلمانوں کی جان لی، بے شمار مسلم قائدین کو شہید کیا لیکن معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ وہ اس "عظیم جوہڑ" کا ہاں بھی بیکا نہیں کر سکے اور یہ ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ "شہادت پروف" قسم کی چادر اوڑھے ان کے قلب میں موجود رہے اور اپنی ریاست کی کامیاب حکمرانی کرتا رہا ہے جس کا تخت کامیابی کے ساتھ ہوا میں معلق ہے۔ اس کی زندگی کا حاصل یہ تھا کہ یہ ہر موقع پر یہودیوں کے ساتھ سمجھوتے کر کے اپنی فائح زدہ اور نیم زندہ نیم مردہ قسم کی نحوست کے لیے مہلت کی چند مزید ساعتیں حاصل کرتا رہا اور اس کی واحد کامیابی یہی تھی کہ یہ "القدس فروشی" کے عوض چند رعایتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہاں ہم اسی کی ایک رعایت کا ذکر کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیے گئے لطیفے کے تذکرے کا سبب بنی۔

آج سے تقریباً دو ہائیاں قبل اسرائیل کی وزیر اعظم ایہود بارک (جسے اس زمانے کے اخبار نویس احد بارک لکھتے تھے) نے طویل مذاکرات اور پرجوش مصالحتی مشقوں کے بعد یاسر عرفات کی فلسطینی اتھارٹی کے ساتھ ایک منصوبے پر اتفاق کیا جس کے تحت "الاقصیٰ مسجد کمپلیکس" کو تین حصوں (جن میں سطحیں گہنا زیادہ مناسب ہے) میں تقسیم کیا جانا تھا۔

(۱) زمین پر موجود مسجد اقصیٰ بالمعہ صحن اور جو کچھ چہار دیواری میں ہے۔

(۲) جو کچھ کہ مسجد کے نیچے زمین میں ہے۔

(۳) جو کچھ کہ مسجد کے اوپر فضا میں ہے۔

اس میں سے پہلا حصہ یاسر عرفات کو عرصت فرمایا گیا تھا اور ایہود بارک اور ان کی ٹیم نے اسرائیل کے لیے "صرف" زمین کے نیچے والے حصے پر "اکتفا" کیا کیونکہ یہودیوں کے خیال میں مسجد اقصیٰ کے نیچے ان کی عبادت گاہ ہیکل سلیمانی ہے۔ اس "مصالحانہ اور قطعی طور پر منصفانہ اور غیر جانبدارانہ" منصوبے کے مطابق نیچے سے حصے کو آزاد چھوڑ دیا گیا لیکن دنیا بھر کو اس آزادی کا مطلب معلوم تھا۔ ہر شخص جانتا تھا کہ فلسطینی اتھارٹی اور محصور اسرائیل میں سے صرف

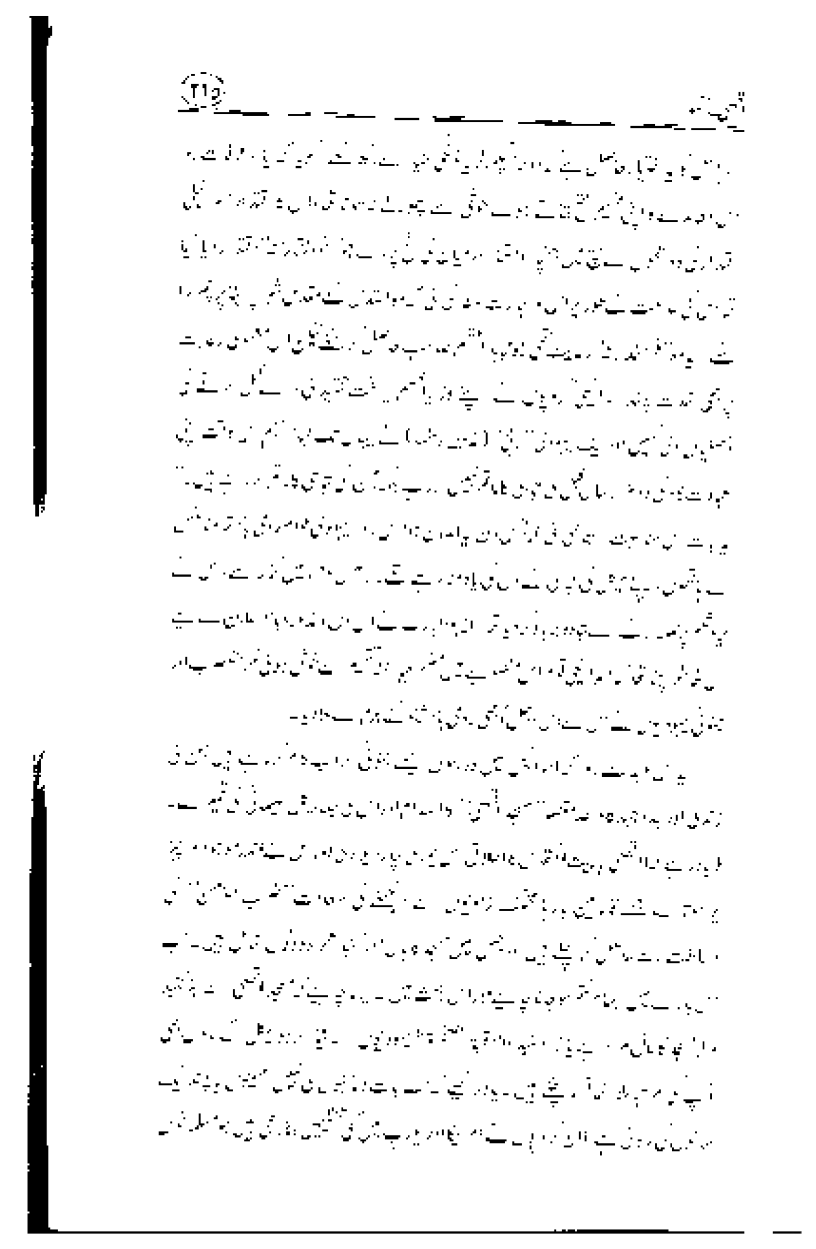

کی اس عظیم عبادت گاہ کو تباہ کرنے کے لیے پلاننگ کر رہے ہیں۔ یہ پلاننگ کیسی ہے؟ اس کا تعین کرنے کے لیے ہمیں کسی بیمار کی ڈائری کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ ہم ایسا کرنے کے لیے انہوں نے جیوش کرسچن کوآپریشن (JEWISH CHRISTIAN CO-OPERATION) کے نام سے ایک تنظیم بنائی ہے اور انٹرنیشنل کرسچن ایمبیسی (International Christian Embassy) نام کی تنظیمیں بنا رکھی ہیں۔ ان تنظیموں کے ذمہ یہود سے قریب ہونے کا انقلابی کام اس طرز پر ہو رہا ہے۔ کبھی سارا مغرب یہودیوں کا دشمن ہوتا تھا لیکن آج کے اہل مغرب یہودی ہوچکے ہیں۔ کسی کو دشمن بنائے ہوئے ہیں۔ کبھی یہود کا کلچر مغرب کی عدالت ہوتا تھا آج کے مسیحی یہودی محبت میں گرفتار ہوتے جا رہے ہیں۔ کیسے زیادہ تر کہ یہودیوں سے شدید نفرت کے اظہار کے طور پر ہولوکاسٹ جیسی چیز کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی تھی آج وہی تنظیمیں مغرب کو دشمن یہودیوں کے اثر سے پاک کرنے کے لیے اداروں میں آئی تھیں۔ ان کی سوچ کی پاکیزگی کا عالم یہ تھا کہ ادارے کی بنیاد رکھتے وقت ہی ہر طرح کی یہودی سوچ کو نکال دیا گیا۔ جان بلیک کی یہ اہم تحریر بیسویں صدی کے شروع میں لکھی گئی تھی جو بیسویں صدی تک رہی۔ یہودیوں کی یہ سوچ پختہ ہوتی رہی تھی کہ اللہ کی یہ امت نظریات میں خبیث ترین اور شریر ترین مخلوق یہودی ہیں جن کے ساتھ سختی اور ان کی توہین کے احکام کے ہے یہودیوں نے بھی زور و پیسہ خرچ کرنے کی ٹھان لی ہے۔ سمجھتے ہیں کہ شاید اسی طرح ہمارے لیے بھی وہ جگہ ہے کہ ہم یہودیوں کے مہمان ہیں۔

دوسری طرف اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ امت مسلمہ کی نوجوان نسل کو اسلام سے اپنی دشمنی کی پہچان سے روکنے کے لیے ہمیں جدید جال بچھانا ہوگا۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہم پر اسلام کا چہرہ اجنبی کیوں ہو رہا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد کی یہ ڈائری کا یہ پہلی قسط ہے کہ مسلمان ممالک میں ہی مغربی دشمنی بھول کر اسے تعمیر کرنے کی باتیں کر رہے ہیں۔ مسلمان اہل حرم القدس کو یہودی دراصل اور اصلی پر یہود کا حق تسلیم کرنے پر بحث مباحثے کا آغاز کر چکے ہیں۔ مسلم دانشور اس مسئلے کو فلسطین کو یہودی دشمنی سے اپنی دشمنی

ہیکل سلیمانی: فسانہ یا حقیقت

[illegible]

حیاتیاتی پیچیدگی

عیسائیوں اور یہودیوں کے مختلف مذہبی نظریات اور تاریخی حقائق اس کی تائید کرتے ہیں۔ آج کی کتب اور تاریخی مصادر اور تاریخی آثار کی روشنی میں یہ بات ناقابل تردید حقیقت کے طور پر ثابت ہے کہ یہاں آج مسجد اقصیٰ موجود ہے اس جگہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور سے بہت پہلے یہاں عبادت گاہ موجود تھی اور یہودیوں کے دور میں بھی اللہ کے نبی نے اس جگہ کو اپنی پرچھائیوں کے لمس سے آباد رکھا۔ چلتے چلتے ہم اسلامی نقطہ نظر سے بھی دیکھتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام نے تعمیر کی اور اس میں عبادت سے کام لیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جگہ انبیاء و اولیاء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے عبادت گاہ کے طور پر معروف تھی۔ صحیح بخاری شریف میں روایت موجود ہے کہ حضرت ابوذر اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں چالیس سال کا فاصلہ ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ بیت اللہ کی سب سے پہلی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی تھی۔ اس حساب سے بیت المقدس کی اولین تعمیر اور سلیمانی سے بہت عرصہ قبل ہو چکی تھی۔ چنانچہ یہودیوں اور عیسائیوں کی مقدس کتابوں کی رو سے بھی یہ امر ثابت ہے اور وہ بھی ان کا انکار نہیں کر سکتے۔

استحقاق کا دعویٰ کیسے؟

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کے بعد مختلف ادوار میں یہ تعمیرات ہوئی ہیں (مختلف ادوار میں یہ تعمیرات ہوئی ہیں سے مراد یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ بیت المقدس کی عمارت کسی وجہ سے مثلاً بنو اسرائیل کے ظلم کی وجہ سے یا قدرتی آفات کی وجہ سے منہدم ہو گئی تو اس کی تعمیر ہوئی ہے۔ جیسے صحیح بخاری میں آتا ہے کہ ایک شخص (عراق میں پیدا ہوا جو بنی اسرائیل کا ایک فقیہ تھا اس کا نام بخت نصر تھا جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر مسلط کیا تو اس نے یہ ظلم کیا فتح کر کے یہاں کے یہودیوں کو یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لے گیا اور یہ سلسلہ تقریباً ستر سال تک جاری رہا اور یہ ستر سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بنی اسرائیل اور اسرائیل کی فلسطین پر فتوحات کے نتیجے میں ان کو دوبارہ یہاں قیام کا موقع ملا اور یہ عمارت دوبارہ بنی ہے۔ اس بات سے تاریخ کا ادنیٰ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

گئے ہیں۔

نظم کی ابتدا کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ شاعر اپنے آپ کو سمجھانے کی
کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے کہتا ہے کہ اب تم بوڑھے ہو گئے ہو۔ اب
تمہیں اپنے آپ کو سمجھانا چاہیے۔ اب تمہیں اپنے آپ کو سمجھانا چاہیے۔
اب

سوز کی صدا

سامری کا بچھڑا

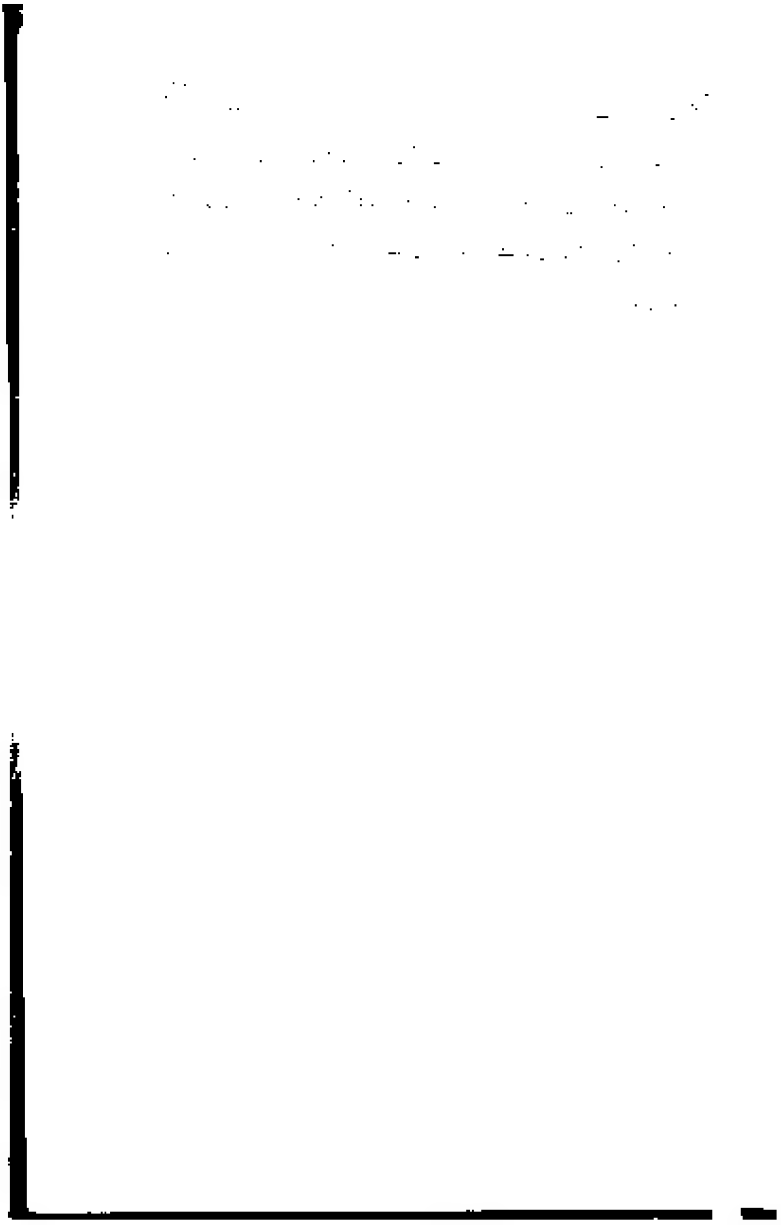

عظیم مرا مرائیں کیا ہے؟

القدس کے فدائیوں کے نام

اور اخلاقی کمزوری کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے مقابلہ میں ہمارے نوجوانوں کو اس قسم کی بیماریوں سے بچانے کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ ان کے اندر اخلاقی جرأت پیدا کی جائے۔ اس جرأت سے میری مراد یہ نہیں کہ ہمارے نوجوان ہر ایک بات پر لڑنے مرنے پر تیار ہو جائیں۔ اس جرأت سے میری مراد یہ ہے کہ ہمارے نوجوان ہر ایک بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی عادت پیدا کریں۔ اور جو بات عقل کی کسوٹی پر پوری نہ اترے اس کے خلاف وہ جرأت سے کام لیں۔ اس جرأت کے پیدا کرنے کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ ہمارے نوجوانوں کو اپنے مذہب کی تاریخ سے واقف کیا جائے۔ اور ان کے سامنے ان بزرگوں کے کارنامے پیش کئے جائیں جنہوں نے اپنے مذہب کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اور جو اپنے مذہب کی خاطر ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اس طریق سے ہمارے نوجوانوں کے اندر بھی یہ جرأت پیدا ہو جائے گی کہ وہ بھی اپنے مذہب کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور اس طریق سے ہمارے نوجوان ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔ اور ان کے اندر ایک نئی روح پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ اپنے مذہب کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائ

اے بنی اسرائیل.....!

دو قبریں ایک سبق

نو چا چا اور طوری ماما دو عجیب و غریب کردار تھے۔ ہم آج تک فیصلہ نہ کر سکے کہ ان کی شخصیتیں زیادہ دلچسپ تھیں یا ان کے معمولات زیادہ انوکھے تھے۔ ان دونوں کرداروں کا اپنا اپنا رنگ، مخصوص حلیہ اور منفرد انداز تھا۔ دونوں کی آپس میں گاڑھی چھنتی تھی اور وہ گہرے دوست تھے۔ یوں تو طوری ماما بھی کم نہ تھا لیکن آج کی محفل میں ہم صرف نو چا چا کی بات کریں گے۔ طوری ماما کی بات آگے چل کر۔ نو چا چا ۵۰ کے پیٹے میں تھے لیکن ان کی نظر ہنوز عقابی تھی، آواز اس سے زیادہ پاٹ دار تھی۔ جب وہ اپنے مخصوص لہجے میں چھوٹے (دکان میں کام کرنے والا لڑکا) کو بلاتا تو اس کی آواز کی کاٹ اور گونج سننے والی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ چھوٹا زخمی ہو گیا، اس کے ٹانکے لگائے گئے تو طوری ماما نے نو چا چا کو مشورہ دیا کہ وہ چھوٹے کو زور سے نہ بلائے ورنہ اس کے زخم کے ٹانکے کھل جانے کا اندیشہ ہے۔ نو چا چا کی گوشت کی دکان تھی اور وہ پیشے کے لحاظ سے قصاب ہونے کے باوجود اخلاقی اعتبار سے ہماری تہذیب کا جیتا جاگتا نمونہ تھا جس کی بنیاد اخلاقی رذیلت کی پاسداری، رکھ رکھاؤ اور وضعداری پر تھی اور جو اب چیز بر تر والے کلچر اور انٹرنیٹ کی لائی ہوئی تہذیب تلے دب کر دم توڑ رہی ہے، لیکن ہم یہاں اس کی اور اس کی تربیت یافتہ بلیوں کی ایک مخصوص عادت کا ذکر کریں گے جس میں معرفت کے کئی اسباق پوشیدہ ہیں۔

یوں تو ہر گوشت کی دکان پر آس پاس آوارہ بلیاں مٹر گشت (گوشت گشت کہنا چاہیے) کرتی رہتی ہیں لیکن نو چا چا نے جو بلیاں پالی ہوئی تھیں ان کی بات ہی کچھ اور تھی۔ یہ بلیاں

اگر انسان ان سے محروم ہو تو وہ جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اگر چہ ہدایت پرستی کے اس دور میں ان اعلیٰ انسانی اوصاف کی قدر نہیں لیکن پھر بھی یہ اپنی آفاقی حقیقتوں میں جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اگر کبھی لوگوں کو یقین آ گیا تو وہ بیت المقدس کی مغربی دیوار میں موجود وہ تحریریں دیکھ لے۔ اسے یہ حقیقت سمجھ میں آ جائے گی۔ یہ دونوں تحریریں قریب قریب دو فجروں میں واقع ہیں۔ ایک ایسے غریب الدیار شخص کی ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی اور خلافت عثمانیہ کی حمایت کی خاطر عمر بھر جدوجہد کی، ہر طرح کی قربانی دی، اپنی خطیبانہ صلاحیتوں کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر دیا۔ یہ شخص دیارِ غیر میں مسافری کی حالت میں فوت ہوا لیکن آج اس کے نام کی طرح اس کی قبر بھی جو عزت و احترام حاصل ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ یہ شخص برصغیر کی تحریک آزادی کا مخلص رہنما اور تحریک خلافت کا پرجوش رہنما تھا یعنی مولانا محمد علی جوہر۔

مولانا محمد علی کا انتقال لندن میں اس زمانہ میں ہوا جب وہ گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے گئے تھے۔ جب وہ ہندوستان سے روانہ ہوئے تو زیادہ تر اس میں مبتلا تھے۔ ہندوستان کے عمل و حرکت میں تحریک آزادی کے سلسلے میں یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے سول نافرمانی زوروں پر تھی اور تقریباً ایک لاکھ افراد جیلوں میں محبوس ہو چکے تھے کہ پے در پے تین گول میز کانفرنسیں ہوئیں۔ پہلی گول میز کانفرنس ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ء سے ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ء تک ہوئی۔ اس میں ۵۷ برطانوی ہند، ۱۶ ریاستی ہند اور ۱۳ ہندوستانی ریاستی رعایا کے نمائندے تھے جن میں آغا خان سر تیج بہادر سپرو، سر محمد شفیع، سر شیو اوتار، نواب چھتاری، مسٹر ایم جیکر، مسٹر سری نواس شاستری، مسٹر فضل حق، ڈاکٹر بی آر امبیدکر، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی وغیرہ شامل تھے۔ اس گول میز کانفرنس کا آغاز انگلستان کے وزیر اعظم نے قصر بکنگھم جان میں ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ء کو کیا۔ یہ گول میز کانفرنس مسلم وقع ناکام رہی اور کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی تو وزیر اعظم نے یہ کہہ کر سب نمائندوں کو بلایا چاہا کہ آپ ہندوستان واپس جائیں اپنے طریقہ و رائے اختلاف کا تصفیہ کریں اور ایک ایسی تجویز تلاش کریں جو سب کے لیے قابل قبول ہو۔

اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں بھی عرب مسلمان کے پاس قرآن مجید کا ایک نسخہ تھا جس کا تعلق مسجد اقصیٰ سے رہا ہے تھا اور اس نے بادشاہ کی سے اسے تحفہ و ہدیہ میں پایا تھا۔ اس کے بعد اس میں مولانا محمد علی کی خدمت بھی کی اس وجہ قرار تھی کہ اس نے ان کی خدمت کی تھی اس کے بعد اس نے اس کی خدمت کی تھی۔ اس نے ان کی خدمت میں یہ پیشکش کی کہ یہ تحریر دوسرا مرحوم کی آرام گاہ پر ہونا چاہئے۔ یہ تحریر جو اس نے اتنی محبت سے کی انتہائی مسلمانوں کی اخوت اسلامی کی زندہ مثال ہے اور یہ بھی کیا مقصود کی جاتی ہے کہ یہ محض ایک تحریر ہی نہیں بلکہ بڑے بڑوں پر بھی نہیں سکتی۔ اس شخص نے کوئی معاوضہ اپنے تحریر کا نہیں لیا اور اپنے حکم بالا ہی سے اس کی تکمیل برداری کا انتظام کیا ہے۔ اس زمانے میں متعدد عقیدتمندوں کی زیارتیں نے بتایا کہ جب اس نے تحریر کے کام کا آغاز کیا تو زیارتیں نے پوچھا کہ تحریر کے اس کو کیا معاوضہ پیش کریں تو اس نے یہ جواب دیا کہ اس نے بتایا ہے۔

دوسری قیمتی تحریر بھی ہے جس نے مسلمانوں امریکا و برطانیہ کی ہی ہیں ترقی کی ہوا یہ خط جنوبی ہندوستان کے قدیمی کے تاریخی مقدس کا اس سے جدا کیا اور تحریر دلائی اپنے آقاؤں کی نظر سے گزرانا کی ہی ہوت عرض دیا ہے شریف کیمن کے کام سے ہے اس کی قبر مولانا محمد کی قبر کے قریب ہے لیکن کہ طیبی مسلمان ان کے قریب جانا بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں جب مولانا کا ہو ہے اور عقیدت و محبت کا سمجھ کرتے ہیں حالانکہ شریف کیمن ان کے ہمزبان و ہمقوم تھا اور مولانا دونوں ان کے انتہائی مسلم قریبی میں سے ان کا کوئی دنیاوی مفاد نہیں بلکہ یہ بات وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ انسانی سلامت کی ایک قدر ہے کہ ایک شخص خاص اپنے مقصد میں کامیاب ہو کسی ہوتا ہے اور اس کا مستحق قرار پاتا ہے اور یہاں سے محروم ہو جاتا ہے اور یہ اس کے بہت سے خلوص کے ساتھ کرنے کے باوجود بے قدر اور بے مقام رہتا ہے۔ شریف کیمن نے خدمت کی انتہائی میں آخر تک فرائض سے کبھی بھی ہندوستان کے مسلمانوں سے کبھی بدگمانی نہ کی۔ اس نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو جو سعادت حاصل ہوئی اس پر اللہ کا شکر ادا کیا اور ہندوستان سے انگلستان جا چکے تھے کہ قرار کے تحریر دلائی کی قید میں رہے

طوری ماکاراز

ہو گئے، ورنہ اس ان کو فی خرابی والی بات ہو جاتی تھی۔

طوری ماما کے کردار کا یہ پہلو معلوم ہو جانے کے بعد ہمارے دل میں اس کی عزت اور بھی بڑھ گئی۔ وہ واقعی ان لوگوں میں سے تھا جو اب دھوکے سے بھی نہیں ملتے۔ افسوس کہ ہماری قوم نے ان حریت پسندوں کی قدر نہ کی۔ طوری ماما جیسے بہت سے لوگ جنہیں قیام پاکستان کے بعد اعلیٰ ترین اعزازات سے نوازا جانا چاہیے تھا، گمنامی کی زندگی گزارتے ہوئے کسمپرسی کے عالم میں اس دنیا سے چلے گئے جبکہ بہت سے ناؤٹ نسل کے نٹ پوٹیے جو کسی زمانے میں موچی، حجامی یا ڈوم ہوتے تھے آج وہ عوام کے مستقبل کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ پاکستان پر حکمرانی کرنے والے ان خاندانوں نے اس انگریز سے وفاداری کی تھی جس نے لاکھوں مسلمانوں کی جان لی، جنہوں اسلامی ممالک کو تاراج کیا اور جاتے وقت یہاں اپنا تھوکا چاٹنے والے ایسے لوگ چھوڑ گیا جو آج تک امت مسلمہ کے جسم میں ناسور کی طرح سوزش پھیلا رہے ہیں۔ انگریز دشمن، بدعہد، بدفطرت اور بدخصال قوم ہے جس نے ایشیا میں مغل سلطنت کے خاتمے، ایشیا اور یورپ کے بیشتر عثمانی سلطنت کے سقوط اور افریقہ کے بہت سے مسلم ممالک کی آزادی سلب کرنے کے علاوہ مشرق وسطیٰ میں یہودی ریاست کی سرپرستی کر کے عرب ممالک کو ختم ہونے والی بدامنی کا تحفہ دیا۔ اس نے ہر موقع پر یہودیوں کی بیجا حمایت کی اور جب بھی یہودی سلطنت پر برا وقت آیا، یہ اس کے تحفظ کے لیے اس طرح چوکنے ہو گئے جیسے کیرا گھر کا چوکیدار رات کو کھٹکا سن کر کان کھڑے کر لیتا ہے۔

جون ۱۹۶۷ء میں جب اسرائیل کی عرب ممالک سے جنگ ہوئی تھی دنیا حیران تھی کہ مٹھی بھر یہودیوں میں جان کہاں سے آ گئی کہ وہ اس قدر زور سے مار رہے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ برطانیہ کے دو طیارہ بردار جہاز فلسطین کے دو سمتوں میں کھڑے اسے گھیرے ہوئے تھے۔ ایک، ننانوے تھے اور دوسرا ان میں اور دونوں ایک منٹ کے نوٹس پر حرکت کے لیے پوری طرح چوکس تھے تاکہ اگر یہودیوں کے غبارے سے ہوا نکلنے لگے تو یہ انہیں سہارا دینے پہنچ جائیں۔ جبکہ یہ وہ دن تھے جب یہودی ریاست کی چوکیداری کا فریضہ برطانیہ سے لے کر

[illegible]

[illegible]

حزب الشیطان کا کردار:

قرآن کریم نے بعد میں آنے والی امتوں کو بھی یہ بتایا ہے کہ ان کے اندر بھی ایک حزب الشیطان کام کرتا رہے گا جو ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس حزب الشیطان کا کردار ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ کوشش کرتا رہا ہے کہ انسان کو اللہ کی کتاب سے دور کرے۔ اس کی کوشش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ انسان کو اللہ کی کتاب سے دور کرکے اپنے بنائے ہوئے خیالات کا پیرو بنا ل

ایک قسم کا مرض

پانچویں شکست خوردہ

(۲) [illegible]

کاسابلانکا سے اسرائیلی پارلیمنٹ تک

مخبوب شریک کار:

مقصد حاصل کرنے کی خاطر یہودی ہمیشہ ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کی ایک تازہ مثال مراکش کا شہر کاسابلانکا ہے۔ یہاں کے یہودیوں نے اپنے قدیم ترین مراکش کے مسلمان دوست کو استعمال کرتے ہوئے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لئے انہوں نے مراکش کے مسلمانوں کی نئی نسل کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے پاپولر فرنٹ آف جوڈیا (Popular Front of Judea) کا سہارا لیا ہے۔ یہ تنظیم مراکش کی مقبول ترین تنظیم ہے۔ اس تنظیم کے ۱۰ لاکھ ممبر ہیں۔ یہ تنظیم مراکش میں اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کی مدد سے قائم کی گئی ہے۔ اس تنظیم کے ممبران کو اسرائیل میں تربیت دی جاتی ہے۔ اس تنظیم کے ممبران کو اسرائیل میں تربیت دینے کے بعد مراکش میں ان کے ذریعہ یہودیوں کے خلاف جذبات کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہودیوں کے خلاف جذبات کو ختم کرنے کے لئے ہولوکاسٹ (Holocaust) کا ڈرامہ کیا جاتا ہے۔ ہولوکاسٹ کے ذریعہ یہودیوں کے لئے ہمدردی پیدا کی جاتی ہے۔ اس کے ذریعہ مغرب کے طرز فکر کو اپنانے کی دعوت دی جاتی ہے۔

دنیا پرست پیشوائیت:

یہودیوں کے لئے اگر کوئی قوت قابل خطر ہے تو وہ اسلام ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کے اندر آخرت کا شعور پیدا کرتا ہے۔ اس وقت دنیا میں جو مسلم تحریکیں چل رہی ہیں ان کا سب سے بڑا ہدف فلسطینی علاقوں میں نہیں ہے۔ یہ تحریکیں اسرائیل کی حکومت کو ختم نہیں کرنا چاہتیں۔ وہ صرف یہ چاہتی ہیں کہ مسلمان اپنے اندر آخرت کا شعور پیدا کریں۔ وہ اپنے اندر خدا کا خوف پیدا کریں۔

احتجاج کا طریقہ

[illegible]

پوپ صاحب سے ایک سوال

[illegible]

[illegible] کی تعلیم کرنے کے لیے [illegible] کے [illegible] کے [illegible] ک

جارج بش جیسے تھے۔ یہ ایسے معاملے ہیں ان سے بھی زیادہ پیچیدہ کوئی پرست تھے۔ اگر دہشت اور دہشت گردی کے حامل ہی کافی تھے تو برطانیہ کا اعلان کیا تھا کہ اسرائیل کے تحفظ کے لیے کسی حد تک اپنی اپنے کو بھی اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔ جارج بش جونیئر تو اپنے والد سے بھی زیادہ گورے نکلے ہیں۔ اب یہ بات اتنی چھپی نہیں رہی کہ دو یہودی گروہ ہیں جو پہلے والے صیہونی فرقے پر اسلامیت کی کٹر صیہونیت نواز شاخ "ایونجلسٹ" سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک تحقیقی سفر میں ان کو کوئی پادری نہ ملا تو محترمہ کو خود صدام سے ملنا پڑا۔ وہ بھی روانی تھی۔ افغانستان کے خلاف حملوں کے وقت وہ سے صلیبی جنگ (The Last Crusade) کہہ کر دل کی بات زبان پر لے آئے تھے لیکن پھر بوکھلا گئے تو کون کرتے۔

سستے سودے اور مہنگے قرضے

الغرض اب ایسا ممکن دوڑ گیا ہے کہ یہود عیسائیوں سے زیادہ اور عیسائی یہودیوں سے بڑھ کر مسلم دشمن بن چکے ہیں۔ یہ دونوں جن مسئلوں پر متحد ہیں وہ مختلف سے مستعمل ہو رہے ہیں جو بھی ایک دوسرے پر استعمال کیے تھے۔ مثلاً مراعات کے آزاد اور مثل ملاپ کا رواج مغرب والوں کو خوش ہونے کے لیے سستے سودے دینا اور ملکوں کو قابو کرنے کے لیے بھاری قرضوں کے جال میں جکڑنا۔ میڈیا پر گرفت اور فحاشی و عریانی کا فروغ، سود، جوئے اور دہشت کا لقمہ بنا دینا تاکہ کسی کی دعاء و مناجات قبولیت کے قابل نہ رہے۔ نصاب میں تبدیلی خصوصاً یہود کی مذہبی کتابوں اور ان کے خلاف فرمودات کے حذف کرنا اور اضافے کرنا (پاکستان کے لئے نصاب میں چھٹی جماعت کی اسلامیات میں غزوہ احزاب کی تفصیلات ہونے کے علاوہ "غزوہ خیبر" کی جگہ "فتح خیبر" کا عنوان رکھا گیا ہے۔ آقا خانیوں، بہائیوں اور قادیانیوں جیسے فرقوں کی پرورش اور سرپرستی کرنا۔ (اسرائیل میں صرف ان تین "مسلمان" فرقوں کو کام کرنے کی اجازت ہے کہ یہودی علماء سوء کے نام تو۔ مسلمان ناکردوں کی جیب تیز کرکے مسلمان ملکوں میں انٹیلیکٹ کرنا اور مسلم حکومتوں کو علماء و مشائخ سے خطاب دلوانے کی بجائے ان فارن ایکٹرز پر ایفیسروں اور سکالروں سے استفادے کی اہمیت جتانا، مذہب میں بہت سی بحثیں اٹھا کر اہل علم کو ان میں مشغول کرنا اور فرقہ وارانہ مسائل کو دین و ایمان کا مسئلہ بنا دینا)

فصل دہم

(Zion) ہے۔ یہودی عقیدے کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام نے اس پہاڑی پر ایک عبادت خانہ تعمیر کیا جہاں وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک اہم پیغمبر تھے لہٰذا اس پہاڑی کو مقدس سمجھا جانے لگا۔ یہودیوں نے اسے اپنے عالمی قومی مقاصد کے لیے ایک علامت بنا لیا۔ اسی سے لفظ صیہونیت (Zionism) بنا ہے۔ یہ عالمی مقاصد پانچ ہیں اور جو لوگ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی باتیں کرتے ہیں ان میں سے شاید ہی کسی کی ذرا بھی رمق باقی ہے تو انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کرنا آسان پانچوں ناپاک مقاصد میں معاون و مددگار ہوں گے اور یہ پوائنٹ جو یہود کی خاکروبی کر کے ان کے لیے میدان صاف کر رہے ہیں، یہ شوق ایک دن انہیں اس انجام تک لے جائے گا کہ وہ حسرت کریں گے کہ کاش! ہم یہ دن دیکھنے سے پہلے مر گئے ہوتے۔ صیہونیت کے پانچ مشہور عزائم یہ ہیں:

☆ فلسطین کی سرزمین پر تمام دنیا کے یہود کے لیے ایک قومی وطن بنانا۔ یہ مقصد ۱۹۴۸ء میں برطانیہ کی سرپرستی میں حاصل کر لیا گیا۔

☆ یروشلم (القدس شریف) کو صیہونی سیادت کا دارالخلافہ بنانا۔ یہ مقصد ۱۹۶۷ء میں امریکا کی نگرانی میں پورا کر لیا گیا۔

☆ تمام مسلم ممالک کو نسلی، لسانی، گروہی اساس کے نتیجے میں توڑ کر مسلم اور غیر مسلم باشندوں کو الگ الگ کرتے ہوئے چھوٹی چھوٹی ریاستیں (Mini States یا Cantons) قائم کرنا۔ اس کے نتیجہ میں امریکا اور اقوام متحدہ کے انتخاب کے تحت مقرر کیے جائیں گے اور جن کے قدرتی وسائل، تیل، آبی، معدنی اور دیگر وسائل نیز بجلی، پانی، گیس اور فون وغیرہ بنیادی ضروریات کے ادارے براہ راست ملٹی نیشنل کے ذریعے بین الاقوامی یہودی کمپنیوں (Multinational Companies) کے ہاتھ میں ہوں گے۔ مشرق وسطیٰ کو ۲۰ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر کے وہاں ایسے حکمران مسلط کر دیے گئے ہیں کہ جن کو خود ہی نہیں کہ ہمارے تیل کی دھار کس ہاتھ کے پاس ہے۔ ان باتوں کو کوئی افسانہ سمجھے گا اور چھلاوؤں کا نام دیں گے اپنے ذہن کے خیالات کی تصویر کہہ دے گا۔ یہ تصویر کی مغربی مفکرین (Think Tanks) کھینچ چکے ہیں

سرنگیں کھود کر وہاں عارضی طور پر یہودی عبادت جاری کی جا چکی ہے اور یہودی ربی اپنے عوام کو یہ باور کروا رہے ہیں: "فی الحال زیر زمین اور مستقبل قریب میں برسر زمین"۔ اس زیر زمین منصوبے کو زمین کے اوپر لانے کی وہ کوشش جس کے ذریعے آخری معرکے کا آغاز ہوگا، یہودیوں کی اصطلاح میں "آرمش ایمونیم" کہلاتی ہے اور جو اس خوفناک اور خطرناک عمل کے متجانب اثرات (Collateral Effects) کے مطالعے کی تکمیل کے بعد ہی ظہور میں آیا ہی جانتا ہے۔

☆ صیہونیت کا پانچواں عزم گریٹر اسرائیل کا قیام ہے یعنی فلسطین کے بعد شام، لبنان، اردن، کویت اور عراق مکمل جبکہ سعودی عرب، مصر اور ترکی کے کچھ علاقوں پر مشتمل عظیم تر صیہونی ریاست کی تشکیل جو مسیحائے منتظر و موعود (دجال، کمپیوٹر جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعے خدا ناشناس دنیا کو اپنے چنگل میں کرنے والا، نئے عالمی نظام کا سربراہ اعظم) کے شایان شان ہوگی اور پورے کرۂ ارض کے لیے وضع کیے گئے "نئے عالمی نظام" (New World Order) کو نافذ کرے گی۔ واقعات حال مسلم ذہن بار بار اس کا اعلان کر چکے ہیں کہ اسرائیل کا سانپ ان تمام مسلم ممالک کو ہڑپ کر جائے گا مگر دور پار کے ممالک فلسطین کی پھر بھی کچھ فکر رکھتے ہیں، لیکن تمام عرب ممالک خادم الحرمین الشریفین کی پیروی میں کالے دھندے والے گورے فیئروں کی اس جوڑی (بش و بلیئر) کا سایۂ عاطفت تلاش کرتے رہتے ہیں جن کی رگ رگ میں یہود ہے۔ صیہونیت کا پروردہ عالمی استعمار اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ان ٹکراؤں سے دو دھندے والے کڑیالے سانپ کی طرح (جو ایک حصہ سے پیچھا کرتا ہے اور دوسرے سے ڈستا ہے) سوک کر رہا ہے۔ عالمی طاغوتی نظام اعلان کر چکا ہے: "ہم آخری اور فیصلہ کن جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہم ساری دنیا کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔" (صدر بش: خطاب فروری ۱۹۹۱ء) شر کی طاقتیں ہر ممکنہ طریقہ (Many Front Approach) استعمال کر رہی ہیں جبکہ خیر کو پھیلانے کے ذمہ دار تاحال بدی کی قوتوں کے ہتھکنڈوں سے واقف ہی نہیں۔ انہیں کون سمجھائے ذرا اپنے اردگرد کی خبر لو! انہیں کون بتائے پہاڑی کے پیچھے سے فوج چڑھی آ رہی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

زرد گنبد کی شبیہ

THERMAL INFRARED IMAGINARY

لاکھوں ڈالر چندہ اکٹھا ہوتا ہے اور ان تنظیموں کی ویب سائٹ پر ناظرین کو کام کی رفتار اور نرخ سے مطلع کیا جاتا ہے۔ یہ کوشش ہمہ جہتی ہے اس میں ہر یہودی چاہے ..... سیاست دان ہو یا دہشت گرد، فنڈ، سرمایہ دار ہو یا جوئے کے کسی مرکز کا کیشئر ..... اپنی اپنی حیثیت اور وسعت کے بقدر حصہ لے رہا ہے۔

جون ۱۹۶۷ء سے اب تک ۱۰۰ سے زائد مرتبہ جو شیعہ یہودی مسلمانوں کی اس انتہائی مقدس عبادت گاہ پر حملے کر چکے ہیں۔ ان حملوں کے لیے اس تاریخ کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ یہ صفر ۱۳۸۷ھ کے موافق ہے۔ یہودی عقیدہ جو تقریباً ۱۳۸۰ سال قبل مسلمانوں کو خیبر کے غدار یہودیوں پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ ان حملوں میں مسلح یہودی بی۔ بی سے پیش پیش رہتے ہیں۔ ایک مشہور یہودی ربی شومن گورین کو جب اسرائیل کا چیف ربی بنایا گیا تو اس کا انتخاب کرنے والوں کے پیش نظر اس کی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ ۱۹۶۷ء میں بیت المقدس پر حملہ کرنے والے ۵۰ مسلح غنڈوں میں سب سے آگے تھا اور ان کی قیادت کر رہا تھا۔ ان حملوں میں اسرائیلی حکومت پوری طرح ملوث ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ اسرائیلی فوج کے ذریعے کام کروائے اور پھر دنیا بھر کے خوابیدہ مسلمانوں کو جگا کر مصیبت مول لے۔ اس کی خواہش ہے کہ یہ کام یہودی انتہا پسند اپنے طور پر کریں اور وہ بڑی بڑی ناقابل عبور دیواریں تعمیر کر کے انہیں تحفظ فراہم کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۶۷ء سے آج تک اسرائیلی کے سرکردہ ربیوں (مذہبی رہنماؤں) نے ان تنظیموں کی کارروائیوں کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا۔ یہودی دہشت گردوں کی طرف سے مسجد پر ہونے والے متعدد حملوں کی ایک بار بھی اسرائیلی حکومت کے کسی اہلکار یا کسی سیاسی پارٹی کے عہدیدار نے ..... چاہے وہ حکومت میں ہو یا اپوزیشن میں ..... مذمت نہیں کی، بلکہ یہ لوگ اگر اپنی حماقت کی وجہ سے ایسے کسی منصوبے پر عمل کے دوران گرفتار ہو جائیں تو ان سے عظیم قومی ہیرو جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی بھی دہشت گرد کو لمبے عرصے قید کی سزا نہیں دی جاتی بلکہ اسرائیلی صدر نے ان کی سزاؤں میں خصوصی اختیارات کے تحت تخفیف ہی کی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اعلیٰ سطح پر حکومت

یہ پتا چلا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی بنیادوں سے ایک سرنگ نکالی جا رہی ہے۔ اس سرنگ کے ذریعے آپ وہاں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ نے کہا: "میک ہم کل یہی بات ہے۔ ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ماہرین یہاں تحقیق کریں۔ ہم تمام عرب ممالک، مثلاً مصر، اردن کے مسلمان عرب علماء کو دعوت دیں گے اور اس کا مصنوعی (مصنوعی) سے بھی فرق نہیں آئے گا۔ ہم ان کو یہاں لائیں گے اور تب ہم اپنی عبادت گاہوں کو از سر نو تعمیر کریں گے۔"

[illegible] دنوں سوڈان کی ایک یہودی تنظیم کا اعلیٰ عہدیدار یہودی دہشت گردوں کے لیے دنیا بھر کے یہود سے چندہ اکٹھا کرتا ہے۔ اس نے غیر ملکی صحافیوں سے کہا تھا: "یہودی عبادت گاہوں کی تعمیر کے لیے مسجد اقصیٰ کو اڑا دینے سے اگر تیسری جنگ عظیم شروع ہو جاتی ہے تو بھی ہو جائے۔ خدا کی مرضی یہی ہے۔"

۱۹۸۵ء میں یہودا لیزون (YEHUDA ETZION) نامی ایک دہشت گرد گرفتار ہوا۔ اس نے بتایا کہ یہودی تنظیم اسرائیلی فوج کے ایک ریٹائرڈ انجینئر نے ساتھیوں کر مسجد کے نیچے ۱۰ کلو پلاسٹیک مواد رکھا تھا۔ انہوں نے فضائی فوج کے ایک پائلٹ کو بھی تیار کیا تھا جس نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں مسجد کے اوپر سے پرواز کی تھی۔ اس پائلٹ کو ہیلی کاپٹر اڑانا سکھایا گیا تھا۔ اس کے ذمے یہ کام تھا کہ جب یہودی مسجد کے اوپر ہوا میں پہنچ کر مسجد کے صحن میں داخل ہو جائیں تو ہیلی کاپٹر کو مسجد پر گرا دے۔ اس کے بعد وہ خود بھی مر جائے گا۔ مقدمے کے دوران یہودا لیزون نے عدالت میں بیان دیا: "اسرائیلی حکومت چونکہ مسجد اقصیٰ سے سرزمین کو مقدس پاک نہیں کرنے کی ذمہ داری آتی ہے، یہ کام ہم خود اپنے ہاتھوں سے انجام دینا چاہتے تھے۔ اس نے عدالت سے کہا: "میں سزا بھگتنے کو تیار ہوں لیکن اس حقیقت (مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرا) کو نہیں بدلنا چاہتا۔"

تمام برادران اسلام یہ ہیں وہ حقیقت جس کی وجہ سے ایک اندھا بھی کہہ سکتا ہے کہ مسجد اقصیٰ سخت خطرے میں گھری ہوئی ہے۔ اس پر سازشوں کے گہرے بادل منڈلا رہے ہیں۔ لیکن فلسطینی مسلمانوں نے اپنے ناپاک دشمنوں سے اس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر رکھی ہے لیکن وہ کب تک تنہا اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ یہ ان کا نہیں پوری امت مسلمہ کا فریضہ ہے۔

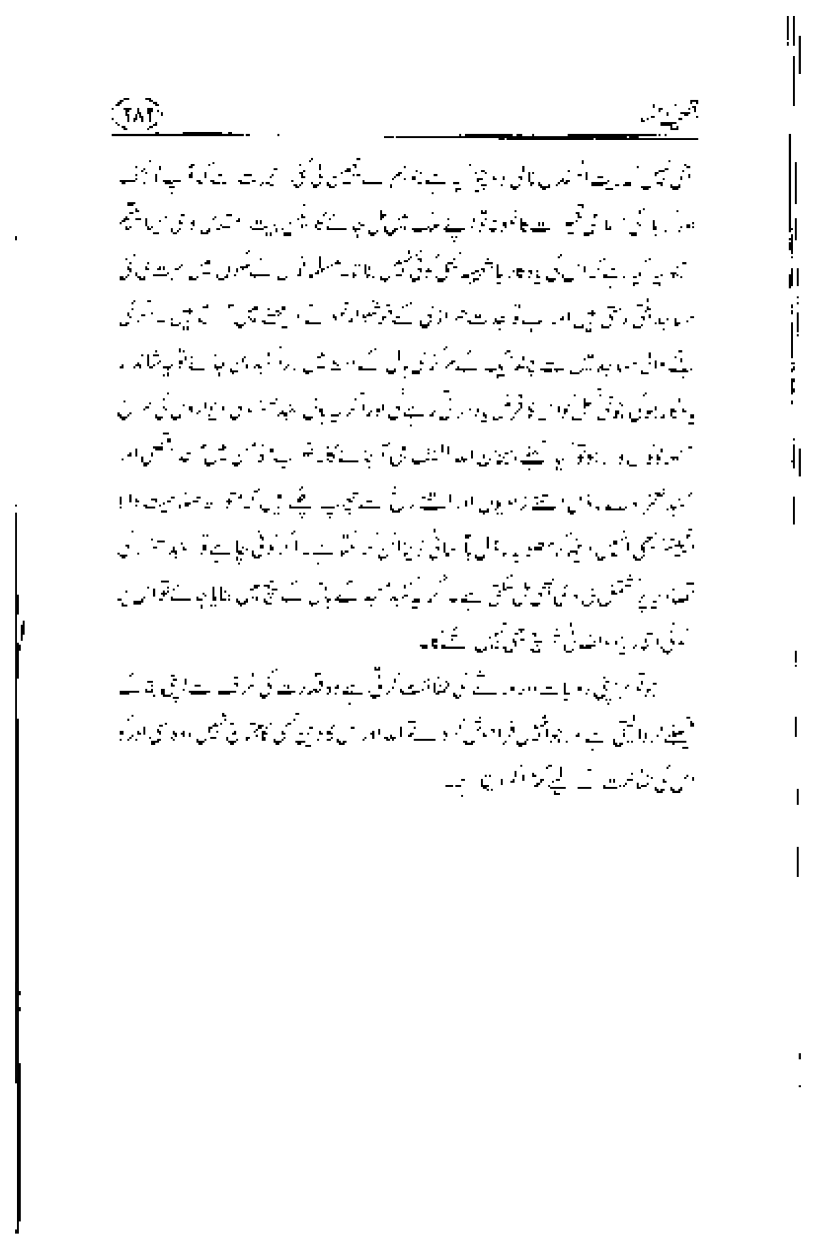

تورات کیا کہتی ہے؟

"مولانا صاحب! السلام علیکم"

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

"آپ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اسرائیل یہودی رہا ہے لیکن یہودیوں کی ریاست ہے؟"

"اس لفظوں کے گورکھ دھندے سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"اسرائیل کی حمایت کرنے والے یہودی ہیں، مطلب یہ ہوا؟"

"جب تورات کے مطابق اسرائیل کی پیدائش کے سبب خود اس کا خدا اس سے نفرت کرتا ہے تو ان کو یہ حق کیا ہے کہ وہ اس سے محبت کریں اور اس کی حمایت کریں۔ یا یہ بھی اس لعنت میں سے حصہ پانا چاہتے ہیں جو ایک حد تک خدا نے اپنے برگزیدہ انبیاء اور خود اپنی قوم کے لیے مقرر کی ہے؟"

"اچھا آپ یہ تو بتائیں کہ آپ عیسائی ہیں؟"

"پہلے یہ بتائیے کہ یہ ٹوٹی پھوٹی صورت سے مولوی لگتے ہیں یا مرزائی؟"

"مولوی لگتے بھی تو نہیں پر کہتے ہیں۔"

"تو پھر یا مرزائی مولوی ہوں گے۔"

"مرزائی مولوی؟"

"جی ہاں! آج کل عجائب ہوتی ایک نئی قسم نکلی ہے جو نبوت اور حکومت میں اس کی پہلی تین قسموں (مفکر پیشہ ملا، مدہاری ملا اور سرکاری ملا) سے بھی بدتر ہے کہی جاتی ہے۔"

"اچھا آپ اب اس موضوع پر بات کریں۔"

"آپ ان سے پوچھیے اسرائیل کے بانی کون ہیں؟" (یہ وہ کا مضمون "وہ دا عربوں کی کہانی" (بکٹیو) اور "یہ اسے کی سرزمین" لکھتے ہیں اور یہ خبر ہیں پڑھتے آتے ہیں کہ "صیہ کے واشنگٹن کے لیے ایک امانت یا ایک درخت سر کل میں لگائے" یہ ایوان کانفرنس تھی وہ کہ صرف فلسطین نہیں بلکہ "کل سے فرات تک" ارض موعود کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں شریک ہونے والی دینی الجذاب اور بہودیوں سے کہا تھا "یہ وہ یہودی جو ارض موعود کی صرف واپس نہیں آئے گا اسرکل کے خدائی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔" وہ شے واپس نے ۷ جون ۱۹۶۷ء جنگ کے بعد تسلیم کیا "ہم نے یہ حکم پر قبضہ کر لیا ہے اب ہم یثرب اور بابل کی طرف بڑھنے والے ہیں۔" ان شکر پرست مردان سے آپ پوچھیں یہودی یثرب کس خبر کو کہتے ہیں؟ اسرائیل پارلیمنٹ کی دیوار پر "عظیم تر اسرائیل" کا نقشہ کس نے اس کی تصویر ہر جگہ آویزاں کر رکھی ہے۔ یہ نقشہ ہی بتانے کے لیے کافی ہے کہ اسرائیل یہودی ریاست ہے یا یہودیوں کی ریاست؟

"ان عبارات کا کون تھا اسرائیل کی پارلیمنٹ میں مسلمان بھی ہوتے ہیں؟"

"آپ ایک واقعہ بتائیے"۔

"میری خاموشی"

"اچھا بتائیے اسرائیل کی حکمران "وحدت یہود پارٹی" کے منشور میں لکھا ہے "اسرائیل دنیا کی ریاستوں میں ایک ریاست نہیں ہے۔ تورات کی پیروکار ہے دائمی شریعت اسرائیلی قوم اور اسرائیلی ریاست کا قانونی دستور ہے"۔

"اس کا جواب آپ سے سنتے ہیں"۔

"سوال؟ آپ نے پوچھا ہے وہاں سے غلط ہے میں لکھا ہے پھر مجھے پتہ ہے گا کہ "القدرتی دستور" کا کیا مصداق ہے؟"

"وہ عبارات یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ارض فلسطین کی وراثت اور مسجد اقصیٰ کی تولیت

تھی۔ خلاصہ یہ کہ یہ جگہ یہودیوں نے تعمیر نہیں کی ان سے پہلے کی تعمیر تھی اور ان کے بعد اہل توحید کے عبدوں سے آباد ہے۔ یہود صرف اس عبادت گاہ پر دعویٰ کر سکتے ہیں جو پہلی مرتبہ انہوں نے خود تعمیر کی ہو، مسجد اقصیٰ پر ہرگز نہیں کر سکتے کہ یہ تو ابتدا سے یہودی عبادت گاہ نہ تھی۔ یہودیوں سے ہزاروں سال پہلے سے چلی آ رہی ہے اور ان کے بعد بھی "قیامت تک عبادت گاہ اہل اسلام رہے گی"۔

"وہ یہ اصول بیان کر رہے تھے کہ ہر فرقے کی مرکزی عبادت گاہ اسی کو ملنے چاہیے"۔

"یہود اور اصول؟" اس اصول کا جواب دے چکا ہوں۔ یہود کو یہ جگہ ملنی ہی نہیں تھی تو اس وقت لے لینے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو نہ نصیب دے سکے کراہ رہے تھے کہ یہ بے ساختہ چھوار یہ عبادت گاہ چھڑا لو یکن "متاخر یہودی کہہ رہے تھے" تم اور تمہارا رب جا کر لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ "اس وقت فلسطین کی اراضی اور بیکل کی تولیت ان کو کیوں یاد نہ آئی تھی"۔

"اب انہوں نے آدھے سے زیادہ فلسطین پر قبضہ کر لیا تو یہ واپس تو جا نہیں گئے نہیں۔ انہیں تسلیم تو کر لینا چاہیے"۔

"یہ قبضہ انہوں نے نہیں کیا۔ قرائن کہتی ہے کہ قدرت انہیں یہاں ہانک کر لائی ہے تاکہ سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں ان کو آخری سزا دلائے۔ اب جو کوئی اس ناجائز قبضے و تقسیم کرتا ہے وہ بھی اس سزا کا مستحق ہوگا جو ان کے لیے مقرر ہے۔"

"مولانا صاحب! آپ فلسطین کی بات یہاں بیٹھ کر کیوں کرتے رہتے ہیں؟"

"یہی بات میں ان ایمان فروشوں سے پوچھتا ہوں۔ وہ اسرائیل کی بات یہاں بیٹھ کر کیوں کرتے ہیں؟"

اب اصل جواب سنیے۔ دنیا میں اس وقت جو بھی حالات ہیں یہ سب فلسطین میں ہونے والی "آخری جنگ عظیم" کا پیش خیمہ ہیں۔ جس کو ہر مجدون یا آرمیگاڈون بھی کہتے ہیں اور اس میں پاکستان و افغانستان کے مجاہدین کا عظیم حصہ ہوگا۔ زرقاوی عراق سے یہودی انخلا کی خاطر شہید نہیں ہوا بلکہ اس نے مسجد اقصیٰ کے تحفظ کے لیے جان دی ہے۔ زرقاوی سے معتوبہ تک کی

بہترین دوست بدترین دشمن

سے اس بات کے لیے کوشاں رہی ہے کہ اسے عالم اسلام میں ایسے حکمران میسر آ جائیں جو عوامی صحیح پر مسلمانوں میں مقبول ہوں لیکن حب الوطنی اور ملی وفاداری سے عاری ہوں۔ بظاہر ملک و ملت کے خیر خواہ ہوں لیکن کریں وہ کچھ جو مغرب کے حق میں جاتا ہو۔ حماس کی شاندار کامیابی کے بعد اس کے ساتھ روا رکھے جانے والے جابرانہ اور وحشیانہ سلوک پر پورے عالم اسلام کی خاموشی کی آپ درکیا توجیہ کریں گے؟

یہاں پہنچ کر میں امت کے اہل علم و دانش سے عاجزانہ درخواست کروں گا کہ خدارا مغربی افکار و نظریات سے مغربی تہذیب و تمدن کو گہرائی سے سمجھیں۔ سرسری مطالعہ کر کے اس کے گرویدہ نہ ہو جائیں بلکہ اس کی حقیقت تک رسائی کی کوشش کریں۔ الجزائر کے بعد فلسطین دوسری مثال ہے جہاں مغرب کی نام نہاد روایات کا دوغلا پن اور اخلاقی اصولوں کا کھوکھلا پن ہمارے سامنے آ رہا ہے لیکن ہم اس کی اخلاقیات اور اصول پسندی کے گن گائے نہیں تھکتے۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت کو تسلیم نہ کرنے کا عذر امریکا کی یہودی وزیر خارجہ میڈیلین البرائٹ (جو لڈا میئر کے بعد یہ دوسری خاتون ہے جس کی یہودی کے لیے خدمات کا جائزہ لیا جائے تو اور بے لطف نہیں رہا جائے گا) نے یہ بیان دیا تھا کہ "امریکا اس حکومت کو تسلیم نہیں کر سکتا جو جمہوری اصولوں کے بغیر قائم ہوئی ہو۔" یار لوگوں نے اس کو جمہوریت پسندی پر محمول کیا تھا۔ لیکن اب حماس کے اسی اصول پر حکومت حاصل کرنے کے بعد جمہوریت پسندی کیوں یاد نہیں رہی ہے؟ اس کا جواب اب یہ خاتون یا ان کا کوئی جانشین ہی دے سکے گا۔ اس کے لیے جس مغرب کے طریق کار پر غور کرنا ہوگا، مضمون طویل ہو رہا ہے لیکن چند ایک باتیں خدارا غور سے سنیے!

عالم اسلام کی دھڑکنوں کو سرد کرنے اور اسے کنٹرول کرنے کے لیے مغرب نے مختلف طرح کے حربے اپنا رکھے ہیں۔ مغربی ایشیا، مصر، الجزائر، تیونس، مراکش، انڈونیشیا کے حکمرانوں کی تدبیریں اس کی مثالیں ہیں، تاہم اسلام کو محدود کرنے کی ایک اہم کوشش وہ ہے جو وسطی ایشیا کے نو آزاد مسلم ملکوں ازبکستان، ترکمانستان، قازقستان، تاجکستان، کرغیزستان اور آذربائیجان میں یہودیوں اور سابق کمیونسٹوں کی مدد سے کی گئی تھی۔

[illegible] Normal Curve [illegible] Marginal Normal [illegible]

[illegible] Maximization [illegible]

مختلف قسم کی مدد دی جاتی تھی۔ ملک میں کئی رفاہی ادارے جو بین الاقوامی رفاہی ادارے کی امداد کی اداروں کی شاخیں تھیں کام کرتے تھے۔ بعض مغربی ادارے اپنے طور پر بھی مدد دیا کرتے تھے۔ انقلاب کے آتے ہی تمام ملکوں اور اداروں نے ہاتھ کھینچ لیے۔ ساری امداد بند کر دی گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر بعض عالمی اداروں اور ملکوں نے سوڈان پر پابندیاں لگانی شروع کر دیے۔ عالمی بینک World Bank نے شرح سود میں اضافہ کر دیا۔ عالمی مالی فنڈ IMF نے سوڈان کی رکنیت معطل کر دی۔ حد تو یہ ہے کہ مغربی ملکوں نے بعض امیر مسلم ملکوں پر باؤ ڈالا کہ وہ سوڈان کی مدد سے دست کش ہو جائیں۔ چنانچہ نہایت نازک دنوں میں ایک نہایت امیر مسلم ملک نے سوڈان اور افغان مجاہدین کی امداد بند کر دی۔

مذکورہ تینوں طریقوں سے ہٹ کر ایک صورت Aggressive Neutralisation کہلاتی ہے۔ جنگ غیر معمولی طریقے سے، ضابطہ کار آمد ہو کر اسلامی نظام یا اسلامی ملکوں کی اس قوت کو ختم کر دے جو مستقل قریب یا بعید میں باطل یا بالواسطہ نفاذ اسلام کی راہ میں اور باطل سے مقابلہ آرائی میں سرگرم ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

ایسی ہی ایک کوشش ۱۹۷۹ء میں اے گئے تاجکستان سے انقلاب کے خلاف کی گئی۔ تاجکستان میں جب مجاہدین نے اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے کیمونسٹ حکمرانوں کو اقتدار چھوڑنے پر مجبور کیا مگر یہودیوں اور سابق کیمونسٹوں نے درپردہ یہ کہ کے جی بی K.G.B کی مدد سے اسلامی قوتوں کا تختہ الٹ دیا بلکہ پورے ملک میں مسلمانوں کی قتل عام شروع کر دیا۔ ہزاروں افراد شہید ہوئے اور لاکھوں کو افغانستان میں پناہ لینی پڑی۔

عالم اسلام کے پاس دنیا کے بہترین وسائل اور امکانات موجود ہیں۔ Geo Polines کے نقطہ نظر سے اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کو وہ تمام نعمتیں دے دی ہیں کہ جن سے کوئی قوم سرفراز ہو سکتی ہے۔ شاید اُمت مسلمہ کو جو چنا ہوا قرار دیا گیا ہے، اس کا یہی مطلب ہے۔ آخرت میں جو نعمات ان شاء اللہ ملیں گے وہ اس سے الگ ہیں۔ Geo Politics کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کئی امور اہم نظر آتے ہیں:

قیامت کے سائے

اور بالآخر اس قیامت نے اپنے سائے پھیلانے شروع کر دیے ہیں جو سرزمین شام پر ۱۹۴۷ء سے منڈلا رہی تھی۔ (شام کسی زمانے میں ان چار علاقوں کا نام ہوا کرتا تھا: شام، اُردن، لبنان اور فلسطین۔ احادیث مبارکہ میں جب اس علاقے کے متعلق کوئی پیش گوئی وارد ہو یا تاریخ کی کتابوں میں شام کا لفظ آئے تو اس سے ان چار ملکوں پر مشتمل پورا علاقہ مراد ہوتا ہے جو کسی وقت چار صوبے ہوا کرتے تھے۔ اسرائیل کے جنونی صیہونی حکمران بھی اس پورے علاقے کو اپنا دائمی ملک سمجھتے ہیں اور شام و اُردن کے بیش پسند اور غیرت و حمیت سے محروم حکمران اپنی ذمہ داریوں سے جتنا بھی نظریں چرائیں اور چند دنوں تک جان بچے رہنے کے لیے جتنی بھی خوشامد کریں، یاد رکھیں کہ یہودی یہ ہاں گھر میں رکھ کر نہ کسی عیسائی نہ مسلم یہودی نسل زیادہ دنوں تک نہ جنم دے سکیں گے، عنقریب صیہونیت کی خون آشام یلغار کا رُخ ان کی طرف ہونے والا ہے) اس قیامت کا آغاز درحقیقت آج سے ۹۰ سال قبل ۱۹۲۳ء میں اس وقت ہو گیا تھا جب ترکی میں Treaty of Versaille کے تحت خلافتِ عثمانیہ ختم کر کے جمہوریت قائم کر دی گئی تھی (جمہوریت کے ایجاد باطل ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ خلافت کے مقابلے میں وضع کی گئی ہے) اور خلافت کے زیرِ انتظام علاقوں پر لیگ آف نیشنز کے "انتداب" کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۹۰ء تک اُمت مسلمہ پر تین قیامتیں ٹوٹیں۔ ان میں سے ہر ایک قیامت دوسری کا راستہ ہموار کرتی رہی لیکن چونکہ اُمت کے متفکر طبقے نے اس کا نوٹس نہ لیا بلکہ ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی تو ایک عادۃ عملی کے بعد

[illegible]

جو خدا اور رسول کی طرف سے بغاوت ہے جاری ہوئی ہے۔

اس لیبیں اور دنیا کی "انقلابی" تحریکوں نے اپنے قیام کے بعد اپنی قوت کو مستحکم کیا ہے ۱۹۲۷ء میں بیت المقدس پر ہی قبضہ کر کے اور مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرہ پر ہمیشہ کے لئے اپنا جھنڈا لہرا دیا ہے۔ یہ ہے اصل قیامت کا کفر جو مسلمانوں کی نگاہوں کے سامنے ان کی اکثریت اس معاملے کی حقیقت سے بے خبر ہی ہے۔

یہ ہے اصل قیامت جو ہمیں قیامت اس وقت نظر آتی جب چار اسرائیل ۱۹۵۰ء یا مختصر یہ کہ مسجد اقصیٰ کے مقدس مرد مین کے لیے لئے پر "اقصیٰ" انتفاضہ کا تحفہ دینے اور اسرائیلی برطانوی فوج جیسی آسمانی فوجیں "ازیریا کھرب" جیسی بلاؤں کی تعداد میں آسمان سے اتر جاتیں ہوتیں۔ افسوس ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ساتھ ہی یہ سب سے بڑا سانحہ ہے جو امت کو پیش آیا۔ یہود و نصاریٰ نے یہ سن لیا کہ اب ان کو کھلی اجازت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام کی تکمیل کی تحریک اور جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید آگے بڑھایا اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا اور اس پیغام کو پورا کرنے اور قائم کرنے کی قیامت تک امت مسلمہ کو ذمہ داری سونپی گئی تھی اور جب سے یہ پیغام امت مسلمہ کی ذمہ داری سونپی گئی تھی "الفرقان الحق" کی تحریک اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اس تحریک کی ایک شاخ "الفرقان الحق" (یہود و نصاریٰ کی نیوز ایجنسی) کے نام سے ۱۹۹۰ء میں اس تحریک کی مرکزی شاخ کراچی میں قائم کی گئی تھی

ستم گروں کو کون سمجھائے؟

اسکول سے واپسی کے بعد نیا میں اس کا ایک ہی شوق تھا۔ وہ بستہ رکھ کر کھانا کھاتا، آرام کرتا اور پھر کود پھاند کر اپنی اور قریبی آنگن کے مکان کے پچھواڑے چل رہے جھاڑ دینا کا واحد شوق اس کا منتظر ہوتا۔

اس نے چھوٹے سے باغیچے میں کئی طرح کی کیاریاں بنا رکھی تھیں اور اب وہ یہ کوشش کی تھی کہ مقامی طور پر دستیاب تمام پودے اس کی "زمرد" میں موجود ہوں۔ وہ بھی جو اس نے دوستوں سے تبادلے میں حاصل کیے اور وہ بھی جو اس نے پھولوں کی نمائش سے فریبے اکٹھے کیے اس کی قیمت ادا کرنے کے لیے کئی دن والدین کو منانے میں لگ گئے تھے۔

اس کی کل کائنات یہ باغیچہ تھا۔ جون جولائی کے سرحدی قصبے کی زرخیز زمین میں قائم یہ باغیچہ قسم قسم پھولوں اور پودوں سے اٹا ہوا تھا۔ حسن ذوق اور حسن ترتیب کی داد کی مشتاق پر مشتمل اس نمونہ کو جو بھی دیکھتا، بے ساختہ اس بچے کی محنت کی داد دیے بغیر نہ رہتا۔

اس کے والدین اور اساتذہ بھی اس کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور اس محنت مند مرکزی کی راہ میں آڑے نہ آتے تھے... اور پھر وہ خوش دن آ گیا جب اس معصوم بچے نے گھر لی، کھر بندوق اٹھائی اور پھولوں کی کیاریاں تہہ تیغ کی جانے لگیں۔ گل اور غلوں سے کھیلنے کا مشغلہ اپنا لیا۔

ہوا یوں کہ بشیر ایک دن بیمار تھا، وہ اسکول نہ جا سکا۔ اگلے دن اس کو بخار نے اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ وہ بستر سے لگ کر رہ گیا۔ اس نے کوشش کی کہ باغیچے سے ایک مرتبہ ہو آئے لیکن اس کا انگ انگ ٹوٹ رہا تھا۔ بار بار کوشش کے بعد اس سے اٹھا نہ گیا۔

اس کا غم تھا کہ پودے اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ پھول اس سے سرگوشیاں کرنے کو

...

...

...

محترم شخصیات اور مقدس مقامات کی توہین نہ کریں۔

ورنہ ..

تم دہشت گردی، دہشت گردی پکارتے رہ جاؤ گے اور....

ایک کے بعد ایک نامور دہشت گرد پیدا ہوتا رہے گا۔

زرقاوی، شامل، دوراللہ اور عدوی جنم لیتے رہیں گے۔

اور غیرت و وفا کی تاریخ رقم کرکے امر ہوتے جائیں گے۔

آخری واپسی

یا حیات ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

۴ دجال کون ہے؟ پہلے پہل کون سے خطے پر نمودار ہوگا؟

۵ ایک اور بات یہ ہے کہ فزکس کے استاد نے جب ہمیں آئن اسٹائن (جو کہ مذہبی لحاظ سے یہودی تھا) کے Special Theory of Relativity کے بارے میں بتایا کہ اس کا سفر معراج کا واقعہ ہے اور مزید استاد نے بتایا کہ آئن اسٹائن نے کہا کوئی بھی مادی چیز Velocity of light (روشنی کی رفتار) سے تیز حرکت نہیں کرسکتی اور بقول استاد ہمارے علمائے کرام یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روشنی کی رفتار سے بھی تیز اٹھ کر چلے گئے تھے تو کیا معمہ ہے؟ اس سلسلے میں رہنمائی کی ضرورت ہے۔

والسلام

فخر الاسلام سرور الوی خٹک۔

جواب:

۱۔۔۔ یوں کہیے کہ ان پر یہ وہم اور وسوسہ خیال کس طرح مسلط ہوا کہ انتہا پسندگار ہونے کے باوجود خود کو القدس جیسی مقدس سرزمین کا وارث سمجھتے ہیں؟ ہوا یوں کہ ان کے بڑوں کو اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں بسایا مگر انہوں نے اللہ کے گھر ہوں سے بھر دیا۔ اس کی سزا میں ان پر ایک عراقی بادشاہ بخت نصر کو مسلط کیا گیا اس نے ان کو بری طرح پامال کیا اور انہیں غلام بنا کر ساتھ عراق لے گیا۔ کافی عرصہ رہنے کے بعد توبہ تلافی کے بعد جب اس کی غلامی سے آزاد کروا کر واپس پہنچے تو کچھ عرصہ بعد پھر اپنی ماضی کی حرکتوں پر آ گئیں اور سود، زنا، شراب، بدکاری، موسیقی جیسی حرکتوں میں گردن گردن دھنس گئے۔ ان نے انبیاء کو کھاتے رہتے مگر یہ مست سانڈ کی طرح گناہوں کی لذت میں ڈوب کر ان کی بے ادبی اور نافرمانی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کم بختوں نے ان جیسے جلیل القدر پیغمبر کو بھی گناہوں پر ٹوکنے کی بنا پر پھانسی دینے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اپنے تئیں دے بھی ڈالی، مگر اس خبیث قوم پر مسخ ہونے کی بجائے غضب بھی نازل ہوا۔ اسے اللہ جب چاہتا ہے نہیں تو

سے نکلیں، نیا پاسپورٹ لے لیں۔ ان کی بات مجھے یاد آیا کہ آج کل سعودی عرب میں تجوید سے زیادہ عمل کے زمرے میں مالکان نہیں سن رہے اور جیسے کہ شائی عادت ہوتی ہے متولی لوٹ آگا خان کو زمین نہیں پہنچنے دے رہے نہیں کر رہے (اور اب پڑ آئیں بھی تو کیا؟) آخر کار ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ نے فلسطین کو مسلمانوں اور یہودیوں میں تقسیم کرنے کا نادر شاہی فیصلہ صادر کر دیا۔ اس فیصلے کے حق میں صرف تین ووٹ آئے تھے۔ اکثریت پیدا کرنے کے لیے مزید تین ووٹ درکار تھے جو ہیتی، فلپائن اور لائبیریا جیسے غلام ملکوں پر دباؤ ڈال کر حاصل کیے گئے۔ اس جانبدارانہ تقسیم کی رو سے فلسطین کا ۵۵ فی صد رقبہ صرف ۳۳ فی صد یہودیوں کو اور بقیہ ۶۵ فی صد رقبہ ۶۷ فی صد مسلمانوں کو دیا گیا حالانکہ اس وقت فلسطین کی زمین کا صرف ۶ فی صد حصہ یہودیوں کے قبضے میں تھا اور ان کا حقیقی تناسب ۳۳ فی صد بھی بمشکل تھا۔ یہ تھا اقوام متحدہ کا انصاف!!! اور یہ تھا یہودیوں کا "قومی وطن سے قومی ریاست تک" کا سفر۔ اسی بنیاد میں کہتا ہوں کہ یہودی طرز فکر کے لوگوں کا انجام بھی الٹانی بربریت ناک ہوتا ہے۔ وہ جو اس نظام فکر پر بھی یہود کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ جب یہودی یہاں قبضہ کرنے آئیں تو ان کا خیالوں پر بھی قبضہ ہوتا ہے۔ اب تو وہ دھوکا اور ظلم کے بل بوتے پر آئے ہیں اور ہر وقت یہاں اندھیر مچائے رکھتے ہیں تو کس طرح بخشے جا سکتے ہیں؟؟؟

جب سے ان کی حیثیت مستحکم ہوئی اور انہوں نے فلسطین کی قابل کاشت زمین پر قبضہ کر لیا تو ۱۹۶۸ء میں اپنے مستقل ملک اسرائیل کا اعلان کر دیا۔ یہ ملک روئے زمین پر ایسی حالت قائم کیے جانے کی پہلی مثال تھا جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ اسے فلسطینیوں اور عربوں کا مسئلہ سمجھتے رہے۔ یہودی فقیہ حاخامین اور مفکر یہ پیش قدمی جاری رکھی۔ یہاں تک کہ وہ بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے فلسطین کے دارالحکومت القدس تک جا پہنچے۔ جہاں مسجد اقصیٰ ہے اور جس کا سنگ بنیاد حضرت عمرؓ کے ہاتھوں رکھا گیا تھا۔ ان کے خیال کے مطابق اس جگہ ان کے پہلے تورات کی تختیوں اور تابوت سکینہ تھا جس میں انبیائے بنی اسرائیل کے تورات ہیں۔ اگر یہ تورات وہاں ہو بھی تو ان کے وارث مسلمان ہیں اس لیے کہ وہاں نبی پر اگر یہ وہ ہمارے پہلے ہے

مغربی ممالک پورے فلسطین پر اسرائیل کا قبضہ چاہتے ہیں

فضیلۃ الشیخ محمد حسام خطیب خادم مسجد اقصیٰ
امام و خطیب مسجد اموی دمشق و پیشوا مسلمین

سوال: مسلمانوں کی تیسری قبلہ اول مسجد اقصیٰ کے خطیب و امام شیخ محمد حسام خطیب اپنے دورۂ پاکستان کے دوران مسجد اقصیٰ اور فلسطینی مجاہدین کے حالات بتانے کے لیے ہمارے دفتر تشریف لائے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ پاکستانی قوم مسئلہ فلسطین کو اپنا مسئلہ سمجھتی ہے اور اپنے فلسطینی بھائیوں سے انتہائی محبت کرتی ہے اور یہ قوم اپنے فلسطینی بھائیوں کے لیے اور ان کی آزادی کی جدوجہد کے لیے کیا کچھ کر سکتی ہے؟ فلسطینی مجاہدین کے دوران امام صاحب نے بتایا کہ پاکستانی قوم نے فلسطین کی آزادی کی تحریک کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کی تفصیل تو بہت طویل ہے لیکن چونکہ امام صاحب کا تعارف پاکستانی قوم سے ہو رہا ہے اس لیے انہوں نے خود اپنا تعارف کرانا مناسب سمجھا۔

شیخ محمد حسام خطیبی فلسطینی مجاہد ہیں اور ایک امام مسجد اور خطیب ہیں۔ مسئلہ فلسطین اور مسجد اقصیٰ کے بارے میں گفتگو کرنے اور مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے ان دنوں میں دنیا کے مختلف ملکوں کے دورے پر ہیں۔

شیخ محمد حسام پاکستان میں زیادہ تر اخبار والوں سے ملے۔ پوچھا گیا کہ آپ کے دورے کا مقصد کیا ہے؟ مسجد اقصیٰ سے عام لوگ اور اخبار والے کیا توقع رکھیں؟ آپ اس حوالے سے اپنے تاثرات میں کیا کچھ بتانا پسند کریں گے؟

شیخ محمد حسام: ہماری اس مسجد اقصیٰ کو ہم حرم قدسی شریف کہتے ہیں۔ جامعہ اقصیٰ یا مسلمانوں اور کائنات کی

کے بعد ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کے نام سے ایک ناجائز یہودی ریاست کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے اب تک مسلسل مسجد اقصیٰ کو خطرات لاحق ہیں۔

مسجد اقصیٰ کے شہید ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلسطین کے عیسائی پادریوں کی درخواست پر ۱۶ھ میں کوئی آئی یہودی اس علاقہ میں نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین قسم کے لوگوں کے لیے مسجد اقصیٰ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں داخلے پر پابندی لگا دی۔

۱۔ ہر وہ شخص جو مسجد اقصیٰ پر قبضہ کرنے والے تھے ان کے لیے اس مقدس سرزمین پر کوئی حصہ نہیں ہے ان کو چاہیے کہ اپنے ملک کی طرف لوٹ جائیں۔

۲۔ ہر وہ انسان جو ناپاک عقیدہ کا حامل ہے۔

۳۔ ہر وہ شخص جو یہودیوں کا دوست ہو۔

اور اسی طرح کوئی یہودی القدس کے علاقہ میں مستقل رہائش نہیں رکھ سکتا۔ اس کے بعد تقریباً ۱۲ سو سال تک مسلمان اس علاقے کے تقدس کی حفاظت کرتے رہے۔

آخر یہ محترماں کرنے کے بعد ۱۰۹۹ء میں عیسائیوں نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کی اور وہاں پر ایک بڑا گنبد والی عمارت تعمیر کی جو کہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ گنبد وہاں پر مستطیل شکل کی ایک عظیم چٹان ہے جو کہ زمین سے ایک میٹر اونچی ہے اور ۱۸۳ میٹر لمبی ہے۔ یہ چٹان وہ مقدس جگہ ہے جہاں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر بٹھا کر آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تھا۔ اس چٹان میں ہی وہ قدمین مبارک ہیں جہاں پر آپ نے براق پر سوار ہونے کے لیے آخری بار پاؤں رکھا تھا۔ اس چٹان میں ہی وہ سوراخ ہے جس میں سے آپ نے براق کی لگام باندھی تھی

حدود ہی میں رہیں اور اسرائیل کے متعلق قرار دادوں کو واقعی حقیقی اور عملی جامہ پہنایا گیا، بالکل جو کچھ مقبوضہ میں ہو رہا ہے کچھ فلسطین میں نہ ہوتا۔

مغرب دو عظیم معذرت کے ساتھ، یہ جو دیکھتوں پر اب تک صیہونی قبضہ نہیں ہوا کیا وہ اس پر قبضہ کرنے کے لیے اور سے ان علاقوں پر قبضہ کرنا ہی نہیں چاہتے؟

شیخ عصام: حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی ممالک یہودیوں کو پورے فلسطین پر قبضہ کرانا چاہتے تھے، ۱۹۴۸ء میں اس لیے انہوں نے پیش قدمی روکی لیکن یہ دیکھتے رہے پھر دیے جن میں سے غزہ میں ایک ملین فلسطینی جمع تھے (جبکہ رقبہ صرف ۳۶۰ مربع کلومیٹر ہے) پس اگر وہ غزہ پر قبضہ کرتے بھی تو خاص استفادہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہاں کی آبادی پہلے سے زیادہ تھی، وہ دوسرا ٹکڑا مغربی کنارہ ہے جو کہ خالصتاً ایک پہاڑی علاقہ ہے، وہاں پر بھی ایک ملین فلسطینی آباد تھے لیکن ۱۹۶۷ء میں یہود نے ان دو علاقوں پر بھی قبضہ کیا اور وہاں سے اردنی اور مصری فوجیوں کو بھگا یا، ان دونوں علاقوں کی حفاظت پر مامور تھے، اس وقت سے لیکر ۱۹۴۸ء سے فلسطینی قوم اس انتظار میں ہے کہ کوئی ان کو انصاف دلائے لیکن اب تک نہ عرب ممالک میں سے کسی نے اور نہ اقوام متحدہ نے ان کو یہ حق حاصل کرنے میں مدد دی۔ آخر کار یہ قوم اٹھ پڑی اور تحریک انتفاضہ کو عملی شکل دے دی جس میں سے ۱۹۸۷ء میں پہلی انتفاضہ ہے جو سات سال تک جاری رہی، ان سات سال میں فلسطینیوں نے یہودیوں کو نڈوے کھڑے پانی پلائے، یہاں تک کہ امریکہ اس بات کے لیے مجبور ہوا، دو عرب ممالک پر ایک سرا سائی کونسل بنانے کے لیے دباؤ ڈالے۔ اس بہانے سے یہ کونسل فلسطینی قوم کی معاونت کرے گی اور ان کے حقوق کے لیے جدوجہد کرے گی۔

اس سلامتی کونسل کا اجلاس کیا حقیقت پہلی مرتبہ ۱۹۹۳ء میں بلایا گیا، وہ وقت فلسطینیوں کو بچانے اور ان کو اپنے حقوق دلانے کے لیے بلایا گیا تھا؟ نہیں! بلکہ وہ وقت اس لیے یہودیوں کو فلسطینیوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لیے بلایا گیا تھا، اس اجلاس میں انہوں نے قرارداد پاس کی کہ فلسطینیوں کو کچھ نہ کچھ دیا جائے گا، ان کے لیے کوئی قرارداد پاس کر دیتے ہیں، لیکن یہ سب کچھ اس لیے تھا تاکہ فلسطینی قوم کو یہ فلسطینی حکومت اور یہ فلسطینی خانوں بنا کر دے دیا

دنیا میں آیا۔ امریکا کا سب سے بڑا مسلمان دشمن ہے۔ اور خود اس بھی میں نہیں رہتا ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ امریکا کے وجود میں آنے سے پہلے ہی عربی قوم اور اسلامی خلافت سے بیزار ہو چکی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ عرب قوم نے کس طرح اسلامی خلافت کے خلاف بغاوت کی۔ اور انگلستان کی پیدا کی ہوئی عرب قوم بھی ہمیشہ انگلستان اور دوسری عیسائی حکومتوں کی پالیسی کے مطابق ہی امریکا اور مغرب کے سامنے سجدہ ریز نظر آتی ہے۔ یہ سب ثبوت ہیں اس دعوے کے حق پہلوؤں میں سے ایک ہے۔ اس لئے اب اس کا حل یہ ہوا کہ اپنے گھریلو اقتصادی معاملات کو حل کرنے کے لئے ہم عملی نتیجہ یہ ہے کہ عرب رہنما امریکا کے آگے پیچھے گھومتے تھے اب چونکہ امریکا دیوالیہ ہو گیا تو ان کا خواب بھی ٹوٹ گیا۔ تو اب ان کو امریکی شہریت کی ضرورت ہے۔ پہلے کام چلتا تھا اب صرف شہریت کی ضرورت ہے لیکن اس حق کے حاصل کرنے میں ایک دقت آ گئی ہے اور وہ یہ کہ امریکی حکومت نے مسلمانوں پر قبضے کرنے شروع کر دیئے تھے پہلے فلسطین پھر افغانستان اور عراق کے بعد ایران پر قبضہ کرنا ہے اور ہمارے مسلمان ان کی راہ میں تھے۔ لیکن افغانستان اور عراق میں امریکی اپنے پھنسے کہ اب ان کے لئے آگے بڑھنا دشوار ہو گیا۔ اب یہ اس تاک میں ہیں کہ کسی طرح ایران کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کرتے ہوئے اپنے قبضے کو مضبوط کر لیں۔

عرب حکومتوں کی مسلمانوں کی رگوں میں فلسطینیوں کی خاطر خون جوش مار رہا ہے اور مسلمان تو یہاں فلسطینی قضیہ کو بھی کسی سے سمجھ رہے ہیں چونکہ فلسطین مسلمانوں کے عقیدے کا ایک اٹوٹ حصہ ہے اس لئے مسلمان اسے یہودیوں کا صرف علاقائی قبضہ نہیں سمجھتا ہے بلکہ اس عقیدہ اور اسلام کے خلاف ناقابل معافی جرم سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں آپ فلسطینی قضیہ کے تین حیثیت ہے۔ ان مسلمانوں کے لئے کیا نصیحت کرتے ہیں؟ اور ان کی رہنمائی کس عمل کی طرف کرتے ہیں؟ تاکہ وہ مکمل اور یقینی طریقے سے فلسطین کی آزادی کے لئے کام کر سکیں۔

شیخ عصام: سب سے پہلے میں فلسطینی اتھارٹی کے ان لیڈروں سے جو اسلامی ہیں

غیر اسلامی ممالک میں مقیم ہیں پھر پورا احتجاج کرتا ہوں کہ وہ ان ممالک میں کرتے کیا ہیں؟ فلسطینی سفیر پاکستان میں کون سے فرائض انجام دے رہے ہیں؟ وہ فلسطینی مسئلہ میں فلسطینیوں کی حمایت کے لیے کیوں جلسے منعقد نہیں کرتے؟ ان کی اقتدار کی خاطر اور غدار ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی خائن اور غداروں کے ان کے لیے فلسطینی مسئلہ کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔ ان کا سارا کاروبار اس چیز والی سے ہے جو فلسطینی قوم کے لیے جمع ہوتی ہیں۔ ان کا مقصد تو بنتا چاہیے سمجھا ہے۔ بدقسمتی سے فلسطینی سفیر اسرائیل کے مفادات کے لیے کام کرتا ہے اور ہندوؤں پر دباؤ ڈالتا رہتا ہے کہ وہ اسرائیل سے اچھے تعلقات استوار کریں۔ باقی عرب ممالک میں جو فلسطینی سفیر مقیم ہیں وہ بھی اپنے ملک کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہر فلسطینی سفیر روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پریس کانفرنس کرتا اور ان بیانات میں اپنی قوم کے حقوق اور جہاد کے بارے میں مسلمانوں کو آگاہ کرتا۔ ایک سفیر کے لیے یہ کام بہت کٹھن اور مشکل ہے لیکن مسلمان نوجوانوں کے لیے یہ کام آسان ہے۔ وہ اس جہاد میں بآسانی حصہ لے سکتے ہیں۔ مجاہدین کی خبریں نشر کرنا جہاد ہے اور پاکستانی قوم کے ایٹمی ہتھیار اور اسلامی دنیا فلسطینی مجاہدین کے لیے ایک سپورٹ دینے والی طاقت کی حیثیت رکھتی ہے اور پاکستانیوں کا یہ ان لافوائی کا تعزیتوں اور اجلاسوں میں فلسطینیوں کا ساتھ دینا یہ بھی مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کی ہمت بڑھانا ہے۔

وہ نوجوان جن کی رگوں میں گرم خون دوڑنے لگے ہے فلسطین کی محبت در جہاد سے لگاؤ کی وجہ سے ان سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ اللہ سے یہ دعا مانگیں کہ ہمارے درمیان غداروں کی بوئی کو ختم کرے اور ان کو یہ اطمینان دلاتا ہوں کہ فلسطینی آخری سانس تک لڑتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی اس جہاد کو دوام دینا چاہتی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ پیدا ہونے والے بچے فلسطین میں پیدا ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نہیں مجاہدین کا عوض اور بدل دینا چاہتا ہے اور وہ فلسطینیوں سے اس وجہ پر راضی ہے۔

آخر میں "ضرب مومن" اخبار کے اور روئی فلسطینی مسئلہ کو اجاگر کرنے کی کوششوں کو سراہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نئی صدی میں عالم اسلام کو درپیش چیلنج

چاہیے۔ کئی صدی میں عالم اسلام کو وہ مخلص اور روشن دماغ میسر آتے ہیں جن کی ذہانت اور دلیل و برہان کی قوت سے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور قیامت کے دن کی جواب دہی پر یقین بے غرض ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے بقدر اس مشن سے عہدہ برآ ہونے کی سعی کرے۔

۱- احیائے خلافت:

سب سے پہلی ذمہ داری جس کو پورا کیے بغیر مسلمان بے آسرا یتیم کی طرح ہیں، نظام خلافت کا قیام و استحکام ہے۔ خلافت کے ادارے سے محروم ہونے کے بعد ہر ریاست کئی دولتی پیٹ کی طرح ہے جس پر چھپٹا ہر لوٹی اپنا حق سمجھتا ہے۔ یہ ادارہ مسلمانوں کی مرکزیت کا نشان، ان کی شوکت و عظمت کی علامت اور ہر زبان سربرست کی طرح تھا۔ نظر خصوصاً یہود کی پیہم سازشوں سے اس نگہبان اور سربرست کے خاتمے کے بعد دنیا بھر میں بکھرے ہوئے مسلمان ان بے مہار بھیڑوں کی طرح ہیں جنھیں قدرت کی آزمائش نے کسی اجل کے رحم و جوان پر ساقط کیا ہو یا کسی شقاوتگر اں کی سرپرستی میں رہنے دیا ہو۔ دنیا میں اس وقت ہر قوم، ہر مذہب و نظریے سے وابستہ شخص کے حق میں کوئی نہ کوئی آواز اٹھانے والا ہے لیکن یتیم مسلمان ہیں جن کے سر پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں، کسی کے درد کا کوئی مداوا کرنے والا اور جن پر ہوتے ظلم کو کوئی للہ غیرت کھانے والا نہیں۔ اس لیے کہ ان کے سر سے خلافت کا سائبان اور سپر اٹھ جانے کا مہر ان سانحہ عشرہ صدی کی تیسری دہائی (۱۹۲۳ء) میں پیش آیا تھا۔ اس کے بعد سے مسلمان یتیم عالم شیر خوار بچوں کی طرح ہیں جو اندھیری رات میں ماں سے بچھڑ کر دور جنگل میں گم ہو گئے ہوں۔ اے قابل فخر اسلاف کے نالائق وارثو! اس کا سوگ منانا بند کرو اور اپنے اقوال کے ان محافظ کو پکارنے سے رجوع کرو۔ سلامت اسلامیہ کی قرنی واستحکام کے لیے کام کرو، اعزت و حشمت رفتہ کو واپس لاؤ گے۔

۲- نظام قضا کا اجراء:

خلافت کے ادارے سے محروم ہونے کے بعد اور بہت سے نقصان ہوئے، وہاں سب سے بڑی آفت یہ ہوئی کہ عدل کے ادارے ہونے کانوں کی جگہ ایسے کے نکمائے ہوئے

[illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [

چلے اور انتہائی بے چارگی اور سازش کے تحت ہمارے مقدس مقامات میں بھی ہماری مسلمان حرب کے ساتھ داخل ہو گئے ہیں۔ یہ ایک بڑی اہم اور اہم حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت حسب آیات سے بعد اتنا جلد کوئی اور نبی اور رسول پیدا نہیں ہوا۔ یہ خاص شرف اس بات کا نہیں کہ آپ نے کہاں جنم لیا بلکہ یہ شرف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس نبی سے پیدا کیا ہیں۔ جانے والے لوگوں کا ماضی روشن کر کے پکار رہے ہیں کہ ہمارا شکوہ تو ہے آپ پچھے ہے لیکن فرزندان اسلام ان کے دیوانے پن کا ماتم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

ہائے ناکامی! مکان کا ہوں جا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جا رہا

اگر کسی مسجد کے نمازیوں کو جھک پڑا جائے کہ مسجد کے قبلہ کی سمت کچھ منحرف ہے تو اگر چہ اس کا انحراف اتنا ہو کہ قبلہ کی سمت پر اترنے والے تین کنٹر نمازی نماز خراب ہونے کے وہم میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہاں حال یہ ہے کہ بیت اللہ مسجد نبوی، اسلام اور پوری دنیا پر ایک مقصد ہے کی تحت، خاص نیت کے ساتھ مکمل تیاری کر کے بیٹھے ہوئے دشمن کی ملی بھگت سے اپنا قبلہ حاصل کرنے کے آخری مرحلے تک پہنچ گئے ہیں اور ہم اب مسلمان ان کو اپنا محافظ اپنے خواہ اور ہمدرد سمجھے بیٹھے ہیں۔

مسلمان کس طرح اپنے ان مقدس اور متبرک ترین مقامات کا تحفظ کرتے ہیں اور کب ہمارے دوستان کے علم میں وسعت نبوی لانے کے لیے ہمیں سے نمائندوں کو زیارت میں داخل بھیجتے ہیں۔ یہ ۱۹ صدی ۱۴ ویں شیخ ہے جو مختصر سے اپنی تمام تر شدت کے ساتھ عالم کو اسلام کے سامنے آ کھڑا ہوا ہے۔ اس کے پاس اس جرم کے تقدس کی قسم کھانے والا کیا قرآن ہے اس کے لیے کوئی تیاری کی ہے؟ اپنے معرکے کے لیے کوئی سامان کیا ہے اس کی گرفت میں تھے بغیر اب کوئی چارہ نہیں رہا۔

۴ بیت المقدس اور بابری مسجد کی نگہداری:

اگر اس کی مسجد قبلہ کا غم ابھی تازہ ہوا تھا کہ بیت المقدس کے ہاتھ سے جانے کا صدمہ امت مسلمہ کو برداشت کرنا پڑا۔ اور بیت المقدس کا صدمہ ابھی تازہ تھا کہ بابری مسجد

کلمۂ حق

کلمۂ حق کے ساتھ

صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

زمیں حیران ہے ساکت آسمان ہے
فضاؤں سے بھی تاریکی عیاں ہے
تاسف کا شجر کا سایہ ہے
سراپا مسجد اقصیٰ فغاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

جسے شمشیر سے دشمن دہی ہے
یہی ہے رکن مسلم یہی ہے
متاع دین و ایماں لٹ رہی ہے
مگر غافل حرم کا پاسباں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

ہے موقع دامن عصیاں کو دھولو
گریہ زاری ہو حق بات بولو
مسلمانو! خدارا آنکھیں کھولو
سنو! القدس سے تم کو اذاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

بہت دشوار امت پہ گھڑی ہے
تباہی اس کے دروازے کھڑی ہے
حکمرانوں کو سیاست کی پڑی ہے
مگن کھیلوں میں بچہ نوجواں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

عرب کے پاس دولت کا ذخیرہ
مگر کے پاس ایٹم بم کا ہیرہ
یہی کیا ان حق کا ہے وطیرہ
زباں رکھتے ہوئے بھی بے زباں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

نہتوں پر مظالم ڈھا رہا ہے
یہودی بزدلی دکھلا رہا ہے
یہ گیدڑ شیر کی سمت آرہا ہے
خود اپنی موت کی جانب رواں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

فقط باتوں کا کوئی پھل نہیں ہے
اثر یہ مسئلے کا حل نہیں ہے
مسلمانوں کی جیبیں پر تل نہیں ہے
یہ کیا نا عاقبت اندیش و زیاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

شاہین اقبال اثر

اے ارضِ فلسطین

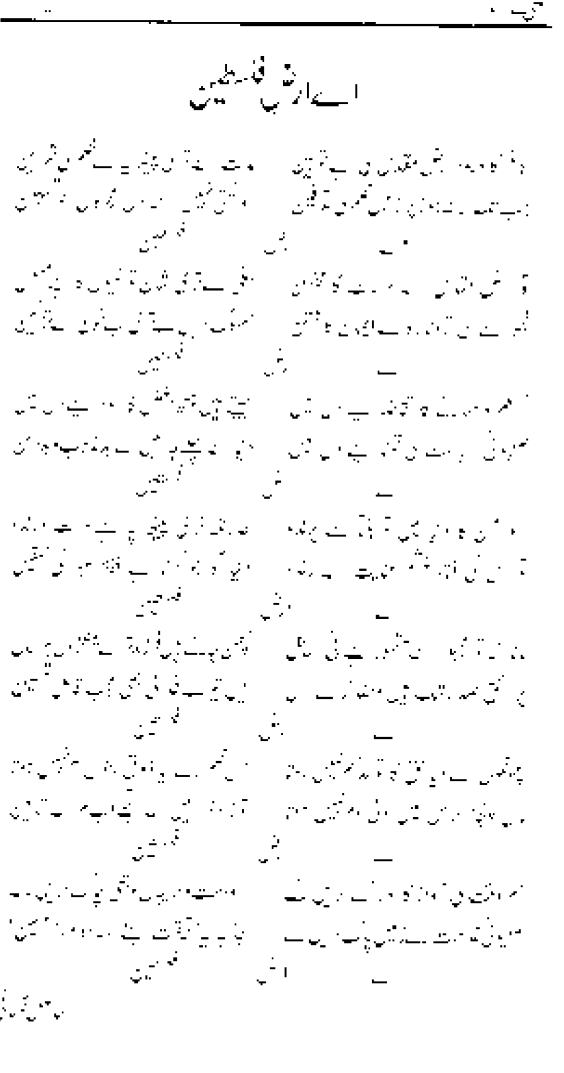

فلسطینی مسلمانوں کا جنگی ترانہ

بیت المقدس کی گزارش

[illegible]

[illegible]

کبھی ہوا کبھی خوشبو کی شکل ہے مجھ سے
وہ پھول جس سے ہوا خود جدا ہوا ہوں میں

یہ کائنات مری ذات کا ہی پرتو ہے
ہر ایک شے میں اسی واسطے سمایا ہوں

مرا وجود ہے ساحل سے بے نیاز مگر
ہر ایک موج کی آغوش کا ہی پیاسا ہوں

مرے لبوں پہ ہے خاموش کی زباں اب تک
ہر ایک لب کا میں مطلب ہر ایک لب کا ہوں

مرا وجود ہے اک آئینہ کی صورت
ہر ایک شکل میں اپنا ہی عکس دیکھتا ہوں

مرا وجود ہے ساحل سے بے نیاز مگر
ہر ایک موج کی آغوش کا ہی پیاسا ہوں

مرے لبوں پہ ہے خاموش کی زباں اب تک
ہر ایک لب کا میں مطلب ہر ایک لب کا ہوں

مرا وجود ہے اک آئینہ کی صورت
ہر ایک شکل میں اپنا ہی عکس دیکھتا ہوں

مرا وجود ہے ساحل سے بے نیاز مگر
ہر ایک موج کی آغوش کا ہی پیاسا ہوں

مرے لبوں پہ ہے خاموش کی زباں اب تک
ہر ایک لب کا میں مطلب ہر ایک لب کا ہوں

مرا وجود ہے اک آئینہ کی صورت
ہر ایک شکل میں اپنا ہی عکس دیکھتا ہوں

جلا کے خاک جو کردے غرور اعداء کو — وہ اضطراب کا شعلہ تلاش کرتا ہوں
یہیں سے مجھ کو ملے گا نشانِ منزل کا — کلامِ حق کا صحیفہ تلاش کرتا ہوں
کدھر چلے گئے دنیا میں عاشقانِ رسول — فضائے یثرب و بطحا تلاش کرتا ہوں
خدا کے نام کی اس دور میں جو لاج رکھے — کہاں چھپا ہے وہ بندہ تلاش کرتا ہوں
تمام عالمِ اسلام جس میں شامل ہو — اِک ایسی جنگ کا نقشہ تلاش کرتا ہوں
سیاہ کرکے رہوں گا جہانِ اسرائیل — تجلیِ یدِ بیضا تلاش کرتا ہوں
جو بدر و خیبر و خندق میں مرد میداں تھے — وہ سرفروش دوبارا تلاش کرتا ہوں
عروجِ ثاقب و زہرہ کی کیا حقیقت ہے — کہ اوجِ مسجدِ اقصیٰ تلاش کرتا ہوں
کل انبیا کی نمازوں کا جو امین رہا — وہ انبیا کا مصلیٰ تلاش کرتا ہوں
خدا کی راہ میں مرنا ہے زندگی کی دلیل — شہادتِ رہِ مولا تلاش کرتا ہوں
وہ مردِ مومن و مردِ مجاہدِ ملت — بدل سکے جو زمانہ تلاش کرتا ہوں
خدا نے خود جسے عنوانِ جاوداں بخشا — وہی شہادتِ عظمیٰ تلاش کرتا ہوں
وہ آرزوئے شہادت جو زندگی کی ہے روح — وہی ہے دل میں تمنا تلاش کرتا ہوں
فغاں کہ ارضِ مقدس کا غم بڑا غم ہے — غلافِ خانۂ کعبہ تلاش کرتا ہوں
دھواں بنا کے اُڑانا ہے فوجِ اعدا کو — جلالِ خالقِ یکتا تلاش کرتا ہوں
الٰہی ارضِ مقدس ہو اور جبینِ نیاز — مقامِ در خورِ سجدہ تلاش کرتا ہوں

دُعائے کیفؔ حزیں مستجاب ہوجائے
رسولِ حق کا وسیلہ تلاش کرتا ہوں

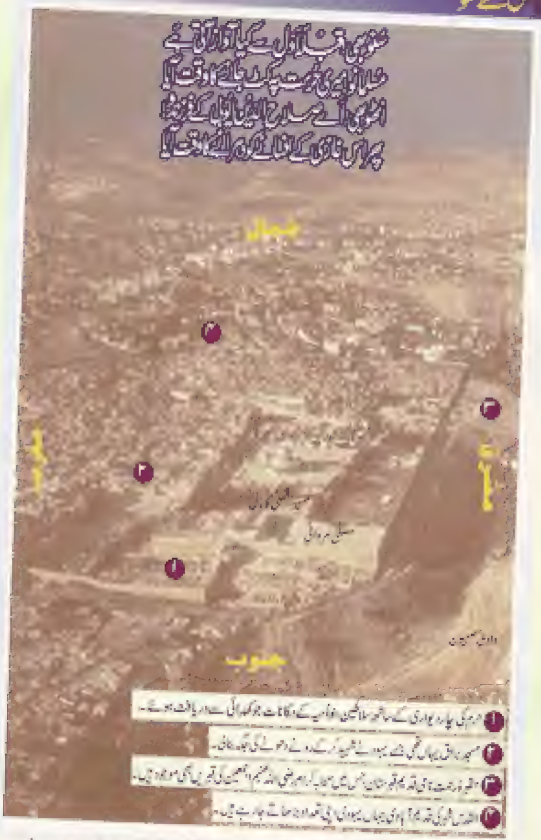

ایک شاہکار تصویر جس میں جو مقامی سے متعلق کچھ بنیادی تفصیلات دی گئی ہیں۔ یہ مسجد مسلمانوں کی عزت اور غیرت کی علامت ہے لیکن عام طور پر مسلمان اس کی تفصیلات سے ناواقف ہیں۔ اس قسم کی تصاویر کی اشاعت کا اصل مقصد نوجوان نسل کو ان کی فرض (یعنی مسجد اقصیٰ کی بازیابی) یاد دلاتے رہنا ہے۔

تصویر کا اشاریہ: (۱) مسجد اقصیٰ کا ہال (۲) مسجد اقصیٰ کے صحن میں موجود پلان پر قائم گنبد صخرا، (۳) دیوار براق (دیوار گریہ) (۴) قدیم شہر کے گرد قائم فصیل، القدس اس وقت دنیا کا واحد قدیم شہر ہے جس کے گرد قدیم فصیل آج بھی اصلی حالت میں قائم ہے۔ (۵) یہودی کا سب سے بڑی آبادی

حرم قدس (جسے مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس بھی کہتے ہیں) ایک اور زاویے سے۔ مسجد کی دو دیواریں صاف نظر آ رہی ہے جسے یہودیوں نے دیوار گریہ قرار دے کر مسجد پر قبضے کی ابتدا کی کوشش کی ہے۔

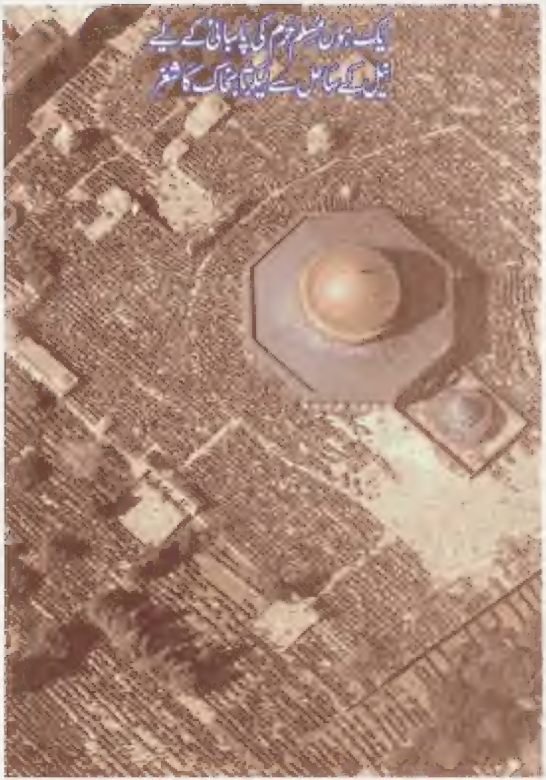

مسجد اقصیٰ کے صحن میں نماز جمعہ کے ادائیگی کے لیے شمع توحید کے پروانوں کا ایمان افروز اجتماع۔ مسلمانان فلسطین اس بات پر پوری امت کی طرف سے شکریے اور خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود قبلہ اول کے تحفظ کے لیے قربانیاں دینے میں کسر نہیں چھوڑی۔

اے اقصیٰ! اگر تیرے نگہبان تو کہلوں اُمّتا
تیرے دیدے اگر تیرے ہوا سب اشک بار آنکھ اُن کی

جانب المغاربہ کی جانب سے ایک خوبصورت زاویہ۔ مینار مغاربہ کے دائیں طرف مسجد کے ہال پر قائم گنبد اور بائیں جانب مسجد کے صحن میں واقع بڑا آبِ زر گنبد دکھائی دے رہا ہے۔

مسجد اقصیٰ کے بال کانپ اٹھے اور امہ رو پڑی ۔۔۔ یہ چیز پر حزن و ملال اور تاسف و الم کی کیفیات محسوس کی جا سکتی ہیں بشرطیکہ دل میں ایمان اور سینے میں غیرت ایمانی کے جذبات موجزن ہوں۔

مسجد اقصیٰ کا
محراب جہاں
تمام انبیائے
کرام علیہم
السلام نے
امام الانبیاء
علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی
اقتدا میں نماز
ادا کی۔

دوبارہ فتح ہونے سلطان نورالدین زنگی نے تعمیر کروایا تھا اور پھر اس کے جانشین سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے مسجد اقصیٰ میں نصب کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں اس منبر کی نظیر نہ تھی۔ یہودیوں نے اپنے خبث باطن کا ثبوت دیتے ہوئے ۱۹۶۷ء میں اس نایاب تاریخی یادگار کو جلا دیا۔

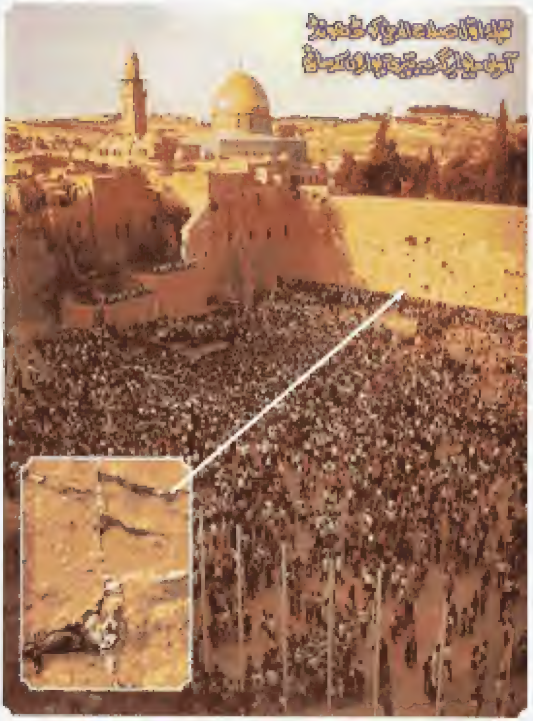

تصویر میں نظر آنے والی نچلی دیوار کو اہل اسلام "دیوار براق" کہتے ہیں۔ جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات مسجد میں داخلے کے وقت یہاں اپنی سواری "براق" کو باندھا تھا۔ یہودیوں نے یہاں قائم مسجد براق اور مسلمانوں کے مکانات گرا کر اپنے رونے دھونے کی جگہ بنائی ہے۔ دو دیوار کی درزوں میں اپنے مسیحائے منتظر (دجال اکبر) کے نام پرچیٹیں اڑستے رہتے ہیں (دیکھیے چھوٹی تصویر) ان کی تقلید میں عالمی میڈیا اسے "دیوار گریہ" کے نام سے پکارتا ہے۔ مسلمانوں کو اس نام کی بجائے اصل نام "دیوار براق" سے پکارنا چاہیے۔

مسجد اقصیٰ کی ایک قدیم دیوار کا تصویری عکس جس میں دیوار براق کے پاس مسلمانوں کے مکانات اور دروازے ہیں۔ مسجد براق بھی نظر آرہی ہے جسے بعد میں شہید کر دیا گیا۔

گنبد صخرہ کی تفصیلی معلومات

(۱) **گنبد کا بیرونی حصہ**: اس میں گنبد سے متعلق تمام تر معلومات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس حصے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

(۲) **گنبد کا اندرونی حصہ**: یہ حصہ بیرونی حصے کے مقابلے میں کافی چھوٹا ہے۔ اس حصے کو بھی تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۳) گنبد کے نچلے حصے کی بیرونی دیوار۔

(۴) بیرونی دیوار۔

(۵) بیرونی دیوار سے اندر کی طرف جانا ہے۔

(۶) اندر کی طرف واقع محرابیں۔

(۷) **معراج کا پتھر**: یہ وہ مقام ہے جہاں سے ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر پر روانہ ہوئے تھے جب معراج کا سفر جاری تھا۔

(۸) اس کی بیرونی دیوار کا حصہ ۳۰ میٹر لمبا ہے۔ اس کی بیرونی دیوار کے قطر کے برابر ہے اور گنبد کی اونچائی کی پیمائش بھی اس کے برابر ہے۔

(۹) بیرونی دیوار۔

(۱۰) دیوار۔

(۱۱) ایک اور حصہ۔

(۱۲) **قبۃ الارواح والی محرابیں والا حصہ**: یہ حصہ اصل میں گنبد سے ملتا ہوا ہے لیکن اس کے اصل پر بھی اس کی اضافی بنیادیں گنبد کے اوپر بنی ہوئی ہیں۔

(۱۳) اندر کی آرائش کی خوبصورت اضافی۔

(۱۴) **اضافی سیڑھیوں والا حصہ**: اس میں مختلف سیڑھیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

(۱۵) اضافی سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ ایک اور حصہ جو اس گنبد کے اوپر بنی ہوئی ہے۔

مسجد اقصیٰ کے صحن میں وہ مقدس چٹان واقع ہے جو مسلمانوں کا قبلۂ اول تھی۔ خلیفہ المسلمین ولید بن عبدالملک نے اس پر دو خوبصورت گنبد تعمیر کروایا جو خوبصورتی اور بالیدگی میں اپنی مثال آپ ہے۔ دیے گئے خاکہ میں اس گنبد کے مختلف حصوں کا تعارف دیا گیا ہے۔

گنبد صخرہ کا بھی اس لائٹنگ اور لازوال شاہکار کی رات کے وقت حسین منظر تھے دیکھا آنکھوں کو بھر پور ٹھنڈک محسوس ہوئی جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

مسلمانوں کا مذہبی اور تاریخی ورثہ جس پر یہود کے قبضے کی وجہ سے پریشانی اداسی اور سوگواری صاف محسوس کی جاسکتی ہے۔

ایک دوسرے رخ پر کھینچی گئی تصویر میں مسجد اقصیٰ کے صحن میں کافی فاصلے سے ایک بڑا گنبد نظر آ رہا ہے۔ تصویر میں نظر آنے والی ٹوٹ پھوٹ اور ویرانی ایک وقت میں یہودی مقدس فلسطینی مسلمانوں کی بے حسی اور امت مسلمہ کی بے حسی کی داستان کہانی سنا رہی ہے۔

یہ مقدس پتھر ہے جس سے تین مذاہب کو قبلہ رخ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ چٹان میں واقع مساجد اور دیگر عمارتیں ان تینوں مذاہب کے لیے اہم قدر کی حامل ہیں۔

مقدس چٹان کے نیچے واقع قدرتی غار جہاں مسلمان نماز اور عقیدت کی علامت کا عمل کرتے ہیں۔ یہودیوں کی مذہبی داستانوں کے مطابق قربانے کی اصل تختیاں اور تابوت یہیں دفنے وہیں کہیں مدفون ہیں۔

ایک فوٹو گرافر نے حسن ذوق سے مقدس چٹان اور اس پر قائم خوبصورت گنبد کو تختی لکھنے کی طرح محفوظ کر دیا ہے۔

یہ چٹان مسلمانوں کے لیے حجر اسود کی طرح قابل احترام ہے۔ ایک مستند حدیث کے مطابق حجر اسود اور یہ چٹان دونوں جنت سے آئے ہیں۔

دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مسلمان ہر سال حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۳ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے جس کا نام جبلِ نور ہے۔ اس پہاڑ پر ایک غار ہے جس کا نام غارِ حرا ہے۔ اس غار میں اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ اس غار کی وجہ سے یہ پہاڑ بہت مشہور ہے۔

یہودیوں کے منصوبے کے مطابق اسرائیل کی اصل حدود لبنان میں صور کے دریائے لیطانی (لبنان) سے گولان کے دریائے لیطانی زمین (لبنان) سے مدینہ منورہ، اردن، اور عراق میں دریائے فرات سے دریائے نیل تک ہے۔ درج بالا نقشے میں اس خفیہ منصوبے کو آشکار کیا گیا ہے۔

صیہونی ریاست کا مجوزہ منصوبہ: درجہ بہ درجہ قدم بقدم

اس نقشے میں دکھایا گیا ہے کہ یہود اپنے سازشی ذہن اور بے تحاشہ مالے کے بل بوتے پر اب تک مقبوضہ علاقہ
قدم بہ قدم مزید توسیعی قدم جاری رکھے ہوئے ہیں جبکہ مسلمانانِ عالم ان کے ارادوں سے بالکل بے خبر اور لاتعلق ہے۔

یہ نقشہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ عالم اسلام کے تین مقدس مقامات کے چاروں طرف امریکا اور یورپ کی افواج فوجی طاقتیں بڑھاتی جا رہی ہیں۔ یہ طاقتیں عظیم تر اسرائیل کی ریاست کے قیام میں اسرائیل کو مدد دینے کے مقصد پر مشتمل ہوں گی۔ یہ صورتحال ہمارے عالم اسلام کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

اسرائیلی پارلیمنٹ کا اندرونی منظر۔ اسپیکر کی نشست پر موجود چھڑی سفید میں گرفتار اسرائیل کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ اسرائیل دنیا کا واحد ملک ہے جس کا اعلان دوسرے ملکوں کی منظوری کے بغیر کیا گیا تھا اور اس کے بعد اسرائیل نے اپنے دشمن کی طرف ایک اور قدم بڑھایا ہے اور فلسطین کے ان قیمتی علاقوں پر بھی اپنا جھنڈا لہرا دیا جن پر اقوام متحدہ کی رو سے اسرائیل کا کوئی حق نہیں بنتا۔ اسرائیل اپنے اس ناجائز قبضے کی مدد پر آثار و قرائن سے بھی ثابت کرتا ہے۔ ہمیں اس مسئلہ پر بات نہیں کرنی چاہیے اب۔ ہم تو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارا مذہب ان لوگوں کی پیدا کی جائے ہوئی کہانی سے ان شیطانی مقصدوں کا اصل چہرہ

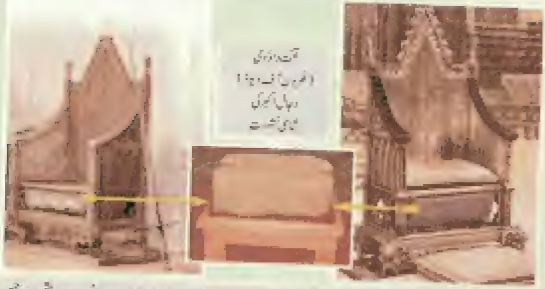

یہودیوں کی مذہبی داستان کے مطابق تخت داؤدی (تخت آف ڈیوڈ) جسے "تخت الاحجار" بھی کہا جاتا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام سے منسوب ایک پتھر ہے جس پر بیٹھ کر سلیمان داؤدی کا آخری مسیحائی حکمران "دجال" حکومت کرے گا۔ یہ پتھر آج کل ملک برطانیہ کی شاہی کرسی میں نصب ہے۔ یہودی علماء کا کہنا ہے کہ یہ پتھر اسرائیل سے لایا گیا تھا۔ یہودی علماء کا کہنا ہے کہ دجال اسی پتھر کے اوپر بیٹھ کر اپنی حکومت کا اعلان کرے گا۔ اس کی اصل حقیقت کیا ہے، دوسری آیت دیکھ۔ یہودیوں میں یہ پتھر بہت مقدس سمجھا جاتا ہے۔ برطانوی کرسی کے بیچ یہ پتھر اس طرح فٹ کیا گیا ہے کہ اس کا صرف اوپر والا حصہ ہی نظر آتا ہے جو دراصل یہودیوں کے "تخت مقصب" ہونے کا بھرپور ثبوت ہے۔

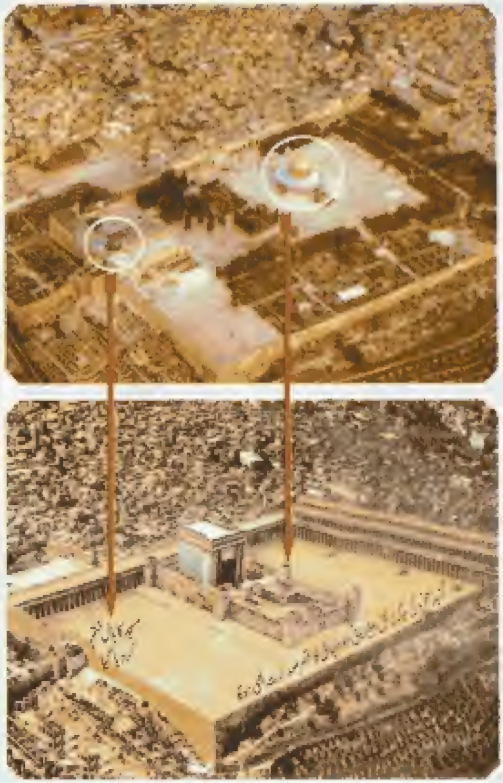

اوپر تیسرا اقصیٰ کا وہ حصہ ہے جس اپنی آب و تاب اور رعنائی و جمال کے ساتھ جلوہ گر نظر آ رہا ہے۔ نیچے "مقبلِ سلیمانی" (اسلامی میوزیم) اور دیوارِ براق ہے جہاں اقصیٰ کی مبارک جگہ پر قائم کرنے کے لیے سیڑھیاں پہاڑ اور صرف کر رہے ہیں۔ اب دل اسلام اور اہل اسلام کا علاج تڑپ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کیونکر ممکن ہے؟

یہود کے نزدیک مقدس ترین مقام ہیکل سلیمانی" کا وہ حال، اس ہیکل کے لیے دنیا میں "تکلیں" سے پڑھ کر رہی ہیں اور وہ خوف دہشت زدہ کر آپ عربی طرز کے منصوبوں پر کام کر رہے ہیں۔ ان کی رومن دیوی، رومن شکل میں ایک قوی ہیکل عورت کی حالت کو رومانی نمائندہ ظاہر کر رہی ہے۔ ان کی یہ دیوی یہودیوں کی طرف کھلی کھلی کرتے تھے۔ دوسرے یہودی "انتقال" جو فرض زدہ ورثے کو اٹھائے کرتے ہوئے جاتے ہیں، رہنے پر مجبور کرتے تھے۔ اب یہودیوں کو وراثت کرنی کے الزام سے دور ان کو "اصلاح" کے بہانے راستے سے ہٹانے کی مہم جاری ہے جو مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتی ہے۔

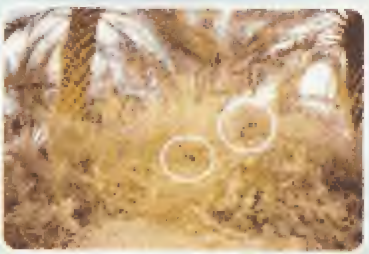

یہودیوں کا وراثت والے عرفی میں "عرقہ" اور انگلش میں "Boxthron" کہتے ہیں۔ یہ پندرہ سال میں پورا جوان ہو جاتا ہے اور اسے قریب قریب لگایا جاتا تو دیواری شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس کا پھل بے مزہ اور خباثت بڑھا ہوتا ہے۔ یہودی حکومت نے گزشتہ سالوں میں بڑے پیمانے پر اس کو کاشت کیا ہے کیونکہ حدیث شریف کے مطابق قیامت کے قریب یہودیوں کے قتل عام کے وقت یہ درخت ان کو پناہ دے گا۔ لیکن افسوس کہ یہودیوں نے جانبہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے حاصل مطلب پر غور نہیں کیا کہ یہ یہودی ایمان نہ

دریائے اردن کا دلفریب نظارہ۔ یہ وہی دریا ہے جس سے گذرتے وقت حضرت طالوت کے لشکر کا امتحان ہوا تھا۔ اللہ کا حکم پورا کرنے والے تین سو تیرہ افراد نے اسے پار کر کے جالوت کے نشے میں دل لشکر پر فتح پائی اور اللہ تعالیٰ کا حکم توڑنے والے اپنی جگہ پڑے رہ گئے۔

"لد" نامی مقام پر اسرائیل دارالحکومت تل ابیب کے قریب بن گوریان انٹرنیشنل ایئرپورٹ۔ ایک صحیح حدیث شریف کے مطابق دجال "لد" کے دروازے کے قریب مارا جائے گا۔ آج کل ایئرپورٹ کسی شہر کا دروازہ سمجھا جاتا ہے۔

ایک ڈالر کے امریکی نوٹ پر جو نشانیاں اور علامات ہیں ان سے متعلق Freemasonry نامی کتاب کا یہودی مصنف W. Kirk لکھتا ہے: ''انقلابی زمانے کے محبِ وطن امریکیوں کا تعلق زیادہ تر فری میسن سے تھا۔ امریکا کی عظیم مہر ایک ڈالر کے نوٹ پر چھپی ہوئی ہے جس سے فری میسن کے کئی اصولوں کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک ڈالر کے نوٹ کے دائیں جانب ایک شاندار جاگیرداروں کے نشان کی نمایندگی کرتا ہے جو کہ یونانی دیوتاؤں سے متعلق ہے۔ اس کے نیچے ایک کتاب بنی ہوئی ہے جو کہ روحِ عالم (روح کا نشان ہے۔ اس کے بالکل نیچے سدا بہار درخت کی ایک بالی ہے جو کہ امن کی یاد دلاتی ہے اور دوسری طرف تیروں کا ایک گچھا ہے جو کہ لڑائی یا جنگ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ عقاب کے دونوں بازوں پر جس قسم کی حکومت ہے اس کو ظاہر کرتی ہے یعنی حکومت کس نوعیت کی ہے؟ اس میں کی مخالف سمت میں چار سطروں پر اور کو واضح کیا گیا ہے۔ نوٹ کے دوسری جانب اس قوت کا مقصد اور نصب العین لکھا ہوا ہے۔ یہ مقصد بتاتا ہے کہ کس طرح سے اس نے ترقی کی؟ ترقی کو انہوں نے ایک مخروطی شکل Pyramid سے ظاہر کیا ہے۔ مخروطی شکل Pyramid کی اٹھانی اور نچلائی پر ایک آنکھ کی تصویر ہے جو کہ اس قوت کا (یعنی دجالی طاقتوں کا۔ مترجم) سرِ نشانہ ہے اور صحیح معنوں میں یہ الاوینیت کی اتی ترتیب دیتی ہے اور یہی حقوق امریکا کی سب سے بڑی مہر کہلاتی ہے۔'' ان علامتوں پر لکھے گئے حروف ایک غیر معروف اور نامانوس زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ باشعور کہلانے والے امریکی عوام بھی نہیں جانتے کہ ان کا مطلب کیا ہے؟ ان کا مطلب جاننے کے لیے کتاب میں موجود صفحہ نمبر ۱۲۴ پر مضمون ''پُراسرار حروف'' ملاحظہ کیجیے۔

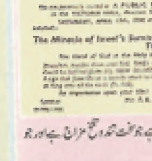

The Mineral Survey of Israel's Survival in The Middle East

■ یہ ایک دعوت نامہ ہے جو ۱۳ اپریل ۱۹۶۸ء کو انگلستان کے ایک یہودی ادارے نے ایک تقریب کے سلسلے میں بڑی تعداد میں جاری کیا تھا۔ کارڈ کے ایک طرف مشرقِ وسطیٰ کے دو نقشے دیے گئے ہیں بائیں طرف والے نقشے کے اوپر تحریر ہے: ''اسرائیل ۱۹۶۷ء تک'' دوسرے نقشے کا عنوان ہے ''اسرائیل عنقریب'' اس دوسرے نقشے میں تمام مشرقِ وسطیٰ بالخصوص سارا جزیرہ نمائے عرب بشمول مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تا عدن اور خلیج فارس، اسرائیل کے زیرِ نگیں دکھایا گیا ہے۔ یہ درحقیقت ساری دنیا کے مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ ہے لیکن عرب کی بات یہ ہے کہ یہود اس جنگ میں مسلمانوں کے خلاف مسلمانوں سے ہی کام لینا چاہتے ہیں۔

■ کارڈ پر جو عبارت تحریر ہے اس میں کہا گیا ہے: ''موجودہ نسلِ انسانی غیر یہودی (جیتی جاگتی یعنی جانوروں کے) اور اور حکومت کے خاتمہ کا خود مشاہدہ کرے گی۔ علاوہ ازیں یہودی کتبِ ''مقدسہ'' کے حوالے سے یہ اعلان جاری ہے: ''خدا ایک ایسی قوم کو اٹھانے والا ہے جو خوف ناک حد تک جنگ جو اور جو بہت لالچ پر بنیاد رکھتی ہوئی ہے۔''

■ دعوت نامے میں کہا گیا ہے: ''یروشلم، ۱۳ اپریل ۱۹۶۸ء، شام کو ساڑھے سات بجے آڈیٹوریم ہال، کنگ اسٹریٹ، ہلل مارگ ایک جلسۂ عام منعقد ہو رہا ہے خاکسار کے مسٹر گرام تقریر کریں گے۔ تقریر کا عنوان ہوگا: ''مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کی نگرانی بلاء حیات'' ارضِ پاک (اسرائیل) پر خدا کا ہاتھ ہے۔ یہ مقدس اب تک غیر یہودی ادوار کے مظالم اور استیلاء کے تحت کراہ رہا ہے۔ اب اس کی نجات کا وقت آ گیا ہے۔ مسیح نازل ہونے والے ہیں تاکہ وہ ساری دنیا پر بادشاہت کر سکیں۔ مسیح آ کر اسرائیل کی خلقی قوتوں کو اس دنیا میں منظماً جاری و ساری کریں گے (تمام دیگر مذاہب ملیامیٹ کر دیے جائیں گے اور قیامِ امن کا واحد نصب العین تاریخ کی حقیقت کا جامہ نہ پہنا سکا غیر یہودی دور کے خاتمے کا بعد ایک زندہ اور جاوید حقیقت بن کر سامنے آ جائے گا۔''

یہ کارڈ یہودیوں کے دوران خانہ جنگی والی گھڑی کے ہاں کی شدت کے پورے طور ظاہر کرتا ہے۔

مقدس سرزمین فلسطین اور عرب کے درمیان واقع "صحرائے سینا" کو کہا گیا ہے جس میں "کوہِ طور" واقع ہے۔ یہ وہی صحرا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل یعنی "بنی اسحٰق" کا دل کو ہرے پانی کے چشمے نکالے۔ سمندر کے راستے کے لیے بادلوں کا سائبان کیا لیکن اس قوم نے کوہِ طور سے انکار کیا اور اس کی پاداش میں چالیس سال تک اسی وادیٔ صحرا میں بھٹکتی رہی۔ دوسری تفسیر میں کوہِ طور کا ایک حصہ "جبلِ موسیٰ" کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہِ راست گفتگو فرمائی تھی۔ یہ پہاڑ کے دامن میں ایک عبادت گاہ بھی نظر آرہی ہے۔

اسرائیل کے جھنڈے پر دو نیلی لکیریں اسرائیل کی حدود کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان سے علاوہ دریائے نیل اور دریائے دجلہ بھی ہیں۔ ان کے درمیان ستارہ داؤدی عظیم تر اسرائیل ریاست کی علامت کے طور پر ہے۔

یہودیوں کی خاص مذہبی اور سماجی علامت "ستارہ داؤدی" ہے۔ یہ دو مثلثوں کو ملانے سے بنتا ہے۔ یہودیوں کے فرقی عقائد کے مطابق سچی مگن سے "خدا، انسان اور دنیا" جبکہ الٹی مگن سے "نفی، الحاق اور نجات" مراد ہے۔

ایک فلسطینی بچہ اپنے پیاروں کا گرا ہوا خون دیکھ رہا ہے۔ اس کی معصوم آنکھوں میں بے پناہ درد موجود ہے۔ یہود کے لیے محبت کا پیغام ہے۔

میرے بچے میں شرمندہ ہوں

مرے بچے تو میری بے حسی کو در گزر کر دے
کہ میں ہر روز خبروں میں
ترے بیاروں کو مرتے دیکھتا ہوں
اور میں کچھ نہیں کر سکتا

مری آنکھوں میں بے منظر
کسی کے ڈوبتے جہاز کا، کسی بوڑھی کے گرنے کا، کسی ماں کے بلکنے کا
کسی اک باپ کی آغوش میں بچے کے مرنے کا
ہر اک منظر ٹھہرتا ہے مرے دل میں
مگر میں کچھ نہیں کر سکتا
مرے بچے تو میری بے حسی کو در گزر کر دے
بہت شرمندہ ہوں میں سامنے تیرے

میں اپنے کشت و خوں میں اس قدر مصروف ہوں ہر دم
کہ میں تیری حمایت میں دشمن سے لڑ نہیں سکتا
مری اپنی ہی بندوقیں ہیں مرے اپنے ہی طیارے ہیں
اپنی جنگجو
ملا جاتی تعصب

فرقہ بندی کی کٹا کٹ، سیاسی حکمت عملی
معاشی بے ثباتی
ہزاروں میرے جنگجو ہیں
جو مجھ کو باندھ رکھتے ہیں
سو میں ہر روز خبروں میں
ترے بیاروں کو مرتے دیکھتا ہوں
اور میں کچھ کر نہیں سکتا

مگر مجھ کو یقیں ہے کہ
مرے بچے تو یہ جنگیں جیت ہی لے گا
دشمن کی گولیوں راکٹ بموں کے باوجود اک دن
فتح تیری مقدر ہے!
تجھے مجھ جیسے لوگوں کے سہارے کی ضرورت ہی کیا؟
بڑی طاقت کے سب ہتھیار تو دی تھے ترے در سے
وہ یہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ
تو اپنے دور کا داتا ہے اور تیرے ہاتھوں میں
وہی تاریخی چھر ہے!